ماہنامہ
جہد حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

Registered No. CPL-13

(قیمت 10 روپے)

جلد نمبر 30 ...... شمارہ نمبر 03 ...... مارچ 2023

اِن بچوں کو غلامی کے طوق سے نجات کب ملے گی؟

☆انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:								
2-وقوعہ کب ہوا؟	سال			مہینہ		تاریخ		
3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں				محلّہ			
	ڈاک خانہ				تحصیل و ضلع			
4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم و رواج سے تعلق ہے	ہاں				نہیں			
5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل)								
6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل								
7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام			ولد / زوجہ		پیشہ		
8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی / سماجی حیثیت	بچہ / بچی	عورت / مرد	غریب / ان پڑھ	بوڑھا / بوڑھی	بیمار			
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کا رکن	دیگر (تخصیص کریں)				
9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت / زوجیت	عہدہ	پیشہ				
	-1							
	-2							
	-3							
10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد / افراد کی معاشی / سماجی حیثیت	بڑا جاگیردار / زمیندار / بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے / غریب آدمی	بااثر صلاحیت / سیاسی اثر و رسوخ					
11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی / ادارہ				
	-1							
	-2							
	-3							

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان و غیر جانبدار افراد کے کوائف و موقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق / رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار / پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں
14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ	
15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار / اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے / والوں کی رائے				
رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں / محلّہ	شہر / ضلع	

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟

دستخط: ....

تاریخ: ....

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آسکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی پر کوائف' کر کے بھیجیں

فہرست

ریاستی ادارے ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھیں،
بامعنی اقدامات پر توجہ دیں 03
پریس ریلیزیں 04
پاکستان کی مذہبی اقلیتوں کو بولنے کی
آزادی کیسے دی جائے 06
'بائیس کروڑ میں سے صرف
بائیس پاکستانی چاہئیں' 07
عشرے: ادریس بابر کی نئی صنفِ سخن
اور شعری مجموعہ 08
پاکستان میں عورتوں کے حقوق کی صورتِ حال 09
عورت مارچ 2023 کے مطالبات 10
ایچ آر سی پی کی میڈیا مانیٹرنگ رپورٹ
(اکتوبر سے دسمبر 2022) 11
درہ آدم خیل: اسلحہ کی مارکیٹ میں
لائبریری کا قیام 13
کوہاٹ میں کشتی رانی حادثے
میں بچوں کی اموات 14
افغان پناہ گزینوں کے خلاف پاکستان کے کریک ڈاؤن
میں 'چار ہلاک' اور ہزاروں کی تعداد میں قید 17
معلومات تک رسائی کا حق 18

ریاستی ادارے ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھیں، بامعنی اقدامات پر توجہ دیں

حنا جیلانی

چیئرپرسن پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

موجودہ معاشی بحران نے ریاست کی یہ ذمہ داری بڑھا دی ہے کہ وہ عوام کی سماجی و معاشی فلاح کے لیے تمام ممکنہ اقدامات کرے۔ ان معاشی حالات کی بدولت گزر بسر کے اخراجات میں اضافہ ہو رہا ہے، اور قیمتوں میں اضافے کے متوقع سرکاری اعلانات کے تناظر میں ضروری اشیائے خورد و نوش کی ذخیرہ اندوزی ہوتی ہے جس سے خوراک اور توانائی کے ذرائع کی قلت پیدا ہوتی ہے، اور ترقیاتی بجٹ میں کٹوتی سے تعلیم تک مؤثر رسائی دینے کی سرکاری تعلیمی اداروں کی استعداد متاثر ہو رہی ہے؛ اور روزگار کے مواقع میں نمایاں کمی سے بہت سارے گھرانے زندگی کی بنیادی ضروریات حاصل کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ ان حالات میں، غربت کی شرح میں اضافے سے لوگوں کے سماجی حقوق پر بھی شدید منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

عوام کی فلاح و بہبود کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ریاست کی ناکامی نے آئین میں درج بنیادی حقوق اور ریاستی پالیسی کے اصولوں کی ضمانتیں بے معنی کر دی ہیں۔ غربت نے ایک بڑی اکثریت کو خاموشی سے غلامی کی جدید شکلوں کو تسلیم کرنے پر مجبور کیا ہے جو آئین کے تحت ممنوع ہیں۔ بہت سے لوگوں کو اپنے بچوں کے تعلیم کے حق سے دستبردار ہونے پر مجبور کیا گیا ہے۔ پہلے سے ہی پسماندہ برادریوں کو اپنے سماجی اور معاشی مفادات کے فروغ کے لیے ریاستی امداد کو حاصل کرنے کا کوئی امکان نہیں ہے کیونکہ موجودہ معاشی ماحول نے ان کے حالات کو بہتر بنانے کے لیے شروع کی جانے والی کسی بھی اسکیم کے امکانات کو بھی کم کر دیا ہے۔ کام کرنے کا حق یا منصفانہ اجرت کی توقعات ناقابل عمل ہو چکی ہیں۔

اگرچہ وسائل کی کمی ایک بدقسمت حقیقت ہے لیکن ریاست شہریوں کے تئیں اپنی ذمہ داریوں سے دستبردار نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ریاست کو عوام کو اولین ترجیح دینے کا عہد کرنا چاہیے۔ ریاستی وسائل پر پہلا حق عوام کا ہے، خواہ یہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہوں۔ اب حکومت کے لیے ضروری ہے کہ وہ طریقوں میں اصلاحات کا عمل شروع کرے جن کے ذریعے اب تک معاشی پالیسیاں بنائی گئی ہیں اور ان پر عمل درآمد کیا گیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وسائل ان لوگوں کو ریلیف فراہم کرنے صرف ہونے چاہییں جنہیں موجودہ بحرانی دور میں مدد کی ضرورت ہے۔ ان مزدوروں اور ملازمین کے لیے سماجی تحفظ کی اسکیمیں وضع کی جائیں جو صنعتوں کے بند ہونے یا پیداوار میں سست روی کی وجہ سے اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ سرکاری اسکولوں کے فنڈز نہ کم کیے جائیں اور نہ ہی روکے جائیں۔

وقت ریاست کے اداروں یہ تقاضا بھی کرتا ہے کہ وہ اپنی ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھیں اور ایسے اقدامات پر بھرپور توجہ دیں جو دولت کے چند ہاتھوں میں ارتکاز کو روکیں اور آجروں اور ملازمین اور زمینداروں اور کرایہ داروں کے درمیان حقوق کے منصفانہ بندوبست کو یقینی بنائیں۔ زمین اب بھی ریاست کے ہاتھ میں ایک اچھا وسیلہ ہے۔ سماجی انصاف کا تقاضا ہے کہ بے زمین کسانوں کو زمین الاٹ کی جائے تاکہ انہیں معاشی ریلیف اور آزادی ملے اور ساتھ ہی ساتھ انہیں غلامی کے طوق سے بھی نجات دلائی جائے۔ قانون سازوں کو کرایہ داری ایکٹ جیسے قوانین کا جائزہ لینا چاہیے تاکہ استحصال اور کمزور طبقوں کی بے اختیاری ختم کرنے کے لیے مضبوط انتظامات کیے جائیں۔

عوام کی نمائندگی کے خواہاں ہر ایک سیاسی ادارے کو ایسے اقدامات متعارف کرنے کی تیاری کرنی ہوگی۔ کسی بھی حکومت کی کارکردگی کو اب اس معیار سے ناپا جائے کہ وہ ڈھانچہ جاتی اصلاحات متعارف کرنے اور معاشی بحران کے دوران، اور عام حالات میں غریبوں کی تکالیف کو دور کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ وسائل لگانے میں کس حد تک کامیاب رہی ہے۔

ایچ آر سی پی نے مذہبی اقلیتوں پر ظلم وستم کے معاملے کو سنجیدہ لینے کا مطالبہ کیا ہے

اعتماد کو ٹھیس: 2021-22 میں مذہب یا عقیدے کی آزادی کے عنوان سے اپنی ایک رپورٹ میں، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے 2021/22 کے دوران باعث تشویش پیش رفتوں کا مشاہدہ کیا ہے جو ظاہر کرتی ہیں مذہب یا عقیدے کی آزادی کے حوالے سے ریاست کے پُرعزم ہونے کے دعوے جھوٹ پر مبنی تھے۔

سندھ میں جبری تبدیلی کے واقعات تشویشناک حد تک تواتر کے ساتھ جاری ہیں۔ مذہبی اقلیتوں کی عبادت گاہوں کی بے حرمتی کی خبریں آتی رہتی ہیں، لیکن جب اس طرح کے واقعات احمدیہ برادری سے وابستہ مقامات سے منسلک ہوں تو پھر ریاست کی طرف سے کوئی ردِعمل سامنے نہیں آتا۔ پنجاب میں، شادی کے سرٹیفکیٹ میں عقیدے کے لازمی اظہار نے احمدیہ برادری کے مسائل میں اور زیادہ اضافہ کر دیا ہے، جب کہ یکساں قومی نصاب کو نافذ کرنے کی کوششوں نے ایک ایسا خارجی بیانیہ تشکیل دیا ہے جس نے پاکستان کی مذہبی اقلیتوں کو دیوار کے ساتھ لگایا ہے۔

ایچ آر سی پی نے اپنے اِس مطالبے کا اعادہ کیا ہے کہ عدالتِ عظمیٰ کے 2014 کے جیلانی فیصلے کی رُوح کے مطابق اقلیتوں کے لیے نمائندہ اور خودمختار قانونی قومی کمیشن تشکیل دیا جائے اور، جبری تبدیلی کو جرم قرار دینے کے لیے فوری قانون سازی کی جائے۔ دیگر سفارشات کرنے کے علاوہ، ایچ آر سی پی نے مطالبہ کیا ہے کہ ریاست فرقہ وارانہ تشدد کا مقابلہ کرنے کے لیے نہ صرف قومی ایکشن پلان پر عمل درآمد کرے بلکہ ایسا قومی بیانیہ تیار کرے جو مذہبی انتہا پسندی اور اکثریت پسندی کو واضح طور پر رد کرے۔ مذہب کی بے حرمتی کے جرم میں شہادت کا کڑا معیار مقرر کیا جائے تاکہ لوگ متنازعہ قوانین کو ذاتی انتقام کے لیے بطور ہتھیار استعمال نہ کریں جیسا کہ اکثر ہورہا ہے۔

ایچ آر سی پی نے تعلیم اور روزگار میں مذہبی اقلیتوں کے کوٹوں اور جوابدہی کے طریقہ کار ازسرِنو جائزہ لینے پر بھی زور دیا ہے تاکہ ان کوٹوں پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جاسکے۔ مزید کہا کہ صفائی کے مزدوروں کو بھرتی کرتے وقت ملازمت کے اشتہارات میں 'صرف غیر مسلم درخواست دینے کے اہل ہیں' کسی بھی حالت میں نہ کہا جائے۔

اگر یہ اقدامات فوری طور پر نہ کیے گئے تو پھر پاکستان میں عقیدے کی بنیاد پر امتیازی سلوک اور تشدد کے مرتکب افراد کو کھلی چھوٹ کا ماحول فروغ پاتا رہے گا، جس سے مذہبی آزادی کے لیے پہلے سے تنگ فضا مزید سکڑ جائے گی۔

رپورٹ درج ذیل لنک پر دستیاب ہے:

https://hrcp-web.org/hrcpweb/wp-content/uploads/2020/09/2023-A-breach-of-faith-freedom-of-religion-or-belief-in-2021-22.pdf

[پریس ریلیز۔لاہور۔07 فروری 2023]

بچوں کی زندگی ضائع کرنے والا کوہاٹ کشتی حادثہ غفلت کی وجہ سے پیش آیا تھا

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی سربراہی میں ایک فیکٹ فائنڈنگ مشن نے کوہاٹ میں المناک کشتی حادثے کی اعلیٰ سطحی تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے جس میں مدرسے کے 53 بچے اور ایک استاد ڈوب کر ہلاک ہوئے تھے۔ مشن کو معلوم ہوا ہے کہ حادثہ سنگین غفلت، اداروں کے مابین ناقص رابطہ سازی، کشتی رانی کے قواعد کے غیر مؤثر اطلاق اور دیکھ بھال کے ناکافی قواعد و ضوابط کی وجہ سے اتنی زیادہ جانیں ضائع ہوئی ہیں۔

بچے ایک مقامی مدرسے کے طالب علم تھے اور انہیں ایک چھوٹی کشتی میں ٹانڈہ ڈیم پر لے جایا گیا تھا، جو حد سے زیادہ بوجھ کی وجہ سے ڈوب گئی۔ ان کی زندگی اور حفاظت کے حق کی یہ خلاف ورزی شدید تشویش کا باعث ہے، خاص طور پر مدرسے کے سربراہ کے غیر معقول ردِعمل کے پیشِ نظر جو اپنے نوعمر طالبعلموں کی دیکھ بھال کے ذمہ دار تھے۔

اگرچہ آج جاری ہونے والی مشن کی رپورٹ کسی خاص قصوروار کا تعین نہیں کرسکی، لیکن اس میں یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی شواہد ہیں کہ مدرسے کے سربراہ، محکمہ آبپاشی اور سول انتظامیہ سبھی اس حادثے کے ذمہ دار ہیں۔ درج کی گئی ایف آئی آر اس کی عکاسی کرنے میں ناکام رہی۔ کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی اور تفتیشی عمل میں بھی بہت سے نقائص ہیں۔

اگرچہ ٹانڈہ ڈیم میں کشتی رانی پر 2022 سے پابندی عائد ہے، لیکن پابندی کے غیر مؤثر نفاذ کی وجہ سے سیاح کشتیاں پانی میں لے جانے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان میں بہت سی کشتیاں ایسی ہیں جو اس مقصد کے لیے موزوں نہیں۔ ہلاکتوں کی بڑی تعداد کے پیشِ نظر، ایچ آر سی پی نے ایک اعلیٰ سطحی مشترکہ تحقیقاتی ٹیم کا مطالبہ کیا ہے جو حتمی طور پر ذمہ داران کا تعین کرے اور انہیں غفلت کی سنگینی کے تناسب سے سزا کا مستحق قرار دے۔

مشن نے کہا ہے کہ ڈیم کی نگرانی کرنے والے تمام اداروں کے درمیان بہتر رابطہ سازی کی ضرورت ہے اور، ہر معاملے میں ذمہ داریوں کا واضح تعین ہونا چاہیے۔ ریسکیو کی کوششوں میں تاخیر نے ہنگامی خدمات میں بہتری لانے کی ضرورت پر زور دیا ہے تاکہ بروقت ہنگامی مدد کی فراہمی یقینی ہو سکے۔ کشتی رانی پر پابندی کے اطلاق کو یقینی بنانے کے لیے مناسب کارروائی کی جائے اور لوگوں کو اس پابندی کی خلاف ورزی کے نتائج سے آگاہ کیا جائے۔

رپورٹ اِس لنک پر دستیاب ہے۔

https://hrcp-web.org/hrcpweb/wp-content/uploads/2020/09/2023-Childrens-deaths-in-boating-accident-in-Kohat.pdf

[پریس ریلیز۔لاہور۔25 فروری 2023]

بغاوت کے قوانین ختم کیے جائیں

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے بغاوت، غداری، اور 'عوامی فساد' کو ہوا دینے والے بیانات کے الزامات پر حزبِ اختلاف کے رہنماؤں اور صحافیوں کی حالیہ گرفتاریوں اور اُن کے خلاف مقدمات کے اندراج پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے۔ جس مکمل استثنیٰ کے ساتھ یہ گرفتاریاں کی گئیں، اکثر منہ اندھیرے، مزید یہ کہ گرفتار کیے گئے افراد میں سے کچھ نے یہ الزام لگایا کہ ان کے اہلِ خانہ کو ہراساں کیا گیا اور ان کی املاک کی توڑ پھوڑ کی گئی، یہ سب کچھ باعثِ تشویش ہے۔

یکے بعد دیگرے آنے والی حکومتوں نے اختلافِ رائے کو دبانے کے لیے نوآبادیاتی دور کے فرسودہ قوانین کو ڈھٹائی کے ساتھ بطور ہتھیار استعمال کیا ہے۔ اس سے کبھی کوئی جمہوری مقصد پورا نہیں ہوا۔ اگرچہ ہم گالی گلوچ یا دھمکی آمیز زبان یا بدزبانی کو ہرگز جائز قرار نہیں دیتے، تاہم سیکشن 153-الف، 505 اور 124-الف کے تحت شیخ رشید احمد اور فواد چوہدری جیسے رہنماؤں کی حالیہ گرفتاریوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایچ آر سی پی حکومت سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ بغاوت کا قانون ضابطہ تعزیراتِ پاکستان سے ختم کیا جائے کیونکہ یہ سیاسی انتقام کے لیے استعمال ہونے کی طویل تاریخ رکھتا ہے۔ ایسا کرنے کے لیے ایک سیاسی عمل، جو 2020 کے اوائل میں سینیٹ میں شروع کیا گیا تھا لیکن نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکا، فوری طور پر بحال کیا جانا چاہیے۔

دفعہ 124-الف تقریر اور اظہار کے حق جس کی آئین میں ضمانت دی گئی ہے، کے جائز استعمال پر پابندی کے مترادف ہے۔ حکومت سے اختلاف اور تنقید ایک متحرک جمہوریت میں مضبوط عوامی بحث کے لازمی اجزاء ہیں اور انہیں کبھی بھی بغاوت سے تعبیر نہیں کیا جانا چاہیے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔04 فروری 2023]

معاشی انصاف کا مطلب دولت کی منصفانہ تقسیم ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے آج اپنی سابق چیئرپرسن کی یاد میں تیسرے عاصمہ جہانگیر میموریل لیکچر کا اہتمام کیا۔ لیکچر سینئر ماہر معیشت ڈاکٹر پرویز طاہر نے دیا جنھوں نے اپنی گفتگو میں معاشی انصاف اور پاکستان کے بگڑتے معاشی ماحول پر اظہارِ خیال کیا۔

پاکستان کی تاریخ میں قانونی، سیاسی، اور انتظامی پیش رفتوں کا مفصل جائزہ لیتے ہوئے، ڈاکٹر طاہر نے بتایا کہ کس طرح بانیِ پاکستان محمد علی جناح نے معاشی اصلاحات اور غربت میں کمی لانے پر زور دیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ تاہم، سیاسی عدم استحکام اور غیر معقول مالیاتی پالیسیوں نے ایک کے بعد دوسرے معاشی بحران کو جنم اور معاشی تفریق کو بڑھاوا دیا۔

پاکستان کے دستوری و قانونی ڈھانچے میں معاشی انصاف پر زور کے باوجود، معاشی انصاف کے لیے درکار پالیسیاں تشکیل نہیں گئیں۔ اس کے علاوہ، ریاست غربت اور معاشی تفاوت کم کرنے کے لیے درکار مالی وسائل مختص کرنے میں ناکام رہی ہے، جو کہ پاکستان میں معاشی ناانصافی اور استحصال کے بنیادی عوامل ہیں۔

ڈاکٹر طاہر نے تجاویز پیش کیں کہ پاکستان کا بجٹ مختص کرتے وقت سب سے پہلی ترجیح عوام کی ضروریات ہونی چاہییں؛ وفاقی حکومت کا حجم اٹھارہویں ترمیم کی مطابقت میں کم کیا جائے، املاک کے ٹیکس کا اختیار مقامی حکومتوں کو دیا جائے، اور بڑے مالکان کی آمدنی کو ریگولر ٹیکس کے نظام میں لایا جائے۔ معاشی انصاف کا مطلب صرف آمدنی میں اضافہ نہیں بلکہ دولت کی منصفانہ تقسیم ہے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 16 فروری 2023]

چولستان کے لوگوں کو اپنی مقامی شناخت کا حق حاصل ہے

چولستان میں دو روزہ حقوق کیمپ کے اختتام پر، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے فوری اقدامات کرے کہ چولستان کے عوام کی محرومیوں کا سلسلہ ختم ہو اور انہیں وہ تمام حقوق میسر ہوں جن کے وہ پاکستان کے مساوی شہری ہونے کی حیثیت سے مستحق ہیں۔

ان شہادتوں کی بنیاد پر جو ایچ آر سی پی نے قلمبند کیں، ایچ آر سی پی کو ملنے والے لوگوں کا سب سے اہم مطالبہ یہ ہے کہ اس علاقے کی زمین قانون کی پیروی کرتے ہوئے صرف مقامی چولستانیوں کو الاٹ کی جائے۔ ایچ آر سی پی کو یہ اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ زمین کے بڑے حصے غیر مقامی لوگوں کو الاٹ کیے جا رہے ہیں اور چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی مقامی لوگوں کو زمین کی الاٹمنٹ میں من مانی تاخیر کرتی ہے۔

لوگوں نے یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ بہاولپور، بہاولنگر اور رحیم یار خان کے بعض حصوں کو ملا کر چولستان کو الگ ضلع بنایا جائے۔ اس سے چولستانی عوام کو اپنے قومی اور صوبائی اسمبلی کے اراکین منتخب کرنے کا موقع ملے گا، اور یوں اُن کی ضروریات اور مفادات کی بہتر نمائندگی ہوگی۔ اِس سے انہیں اپنا ڈومیسائل اور ملازمت و تعلیم میں کوٹہ حاصل کرنے کا موقع بھی ملے گا۔

ایچ آر سی پی چولستان کی خواتین، مذہبی اقلیتوں اور صنفی اقلیتوں کے بارے میں خاص طور پر فکرمند ہے۔ ایچ آر سی پی ان کے اِس مطالبے کی حمایت کرتا ہے کہ انہیں صنف، صنفی شناخت یا عقیدے کی بنیاد پر امتیازات سے بالاتر ہو کر صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور معاش کے مواقع تک بہتر رسائی دی جائے۔

پانی اور چراگاہوں تک رسائی چولستان کی بقا کے لیے ناگزیر ہے کیونکہ علاقے کی نیم خانہ بدوش آبادی کا تقریباً مکمل انحصار زراعت اور مویشیوں پر ہے۔ مستقبل میں خشک سالی جیسے شدید موسمی واقعات کے بڑھتے ہوئے امکانات کے پیشِ نظر، حکومت کو یقینی بنانا چاہیے کہ علاقے کی آبادی کو انسانوں اور مویشیوں کے استعمال کے لیے پانی تک رسائی حاصل ہو۔

ایچ آر سی پی یہ مطالبہ بھی کرتا ہے کہ چولستان کی مقامی آبادی کی مقامی شناخت کو تسلیم اور محفوظ کیا جائے۔ قومی مردم شماری میں مارواڑی بولنے والوں کو ایک الگ لسانی گروہ کے طور پر تسلیم کرنا چاہیے، جب کہ حکومتِ پنجاب کو چولستان کے لوگوں کے ساتھ مشاورت سے ایک حکمتِ عملی تیار کرنی چاہیے تاکہ ان کے شاندار تعمیراتی ورثے، دستکاری اور حیاتیاتی تنوع کو محفوظ رکھا جا سکے۔

ایچ آر سی پی سفارش کرتا ہے کہ پنجاب اسمبلی چولستان کے لوگوں کو درپیش مسائل پر خصوصی اجلاس منعقد کرے اور ان کی دیرینہ شکایات کے ازالے کے لیے مناسب قوانین نافذ کرے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 28 فروری 2023]

شمالی سندھ میں امن و امان کی صورتِ حال خراب، سیلاب زدگان کے لیے امداد دست روی کا شکار ہے: ایچ آر سی پی مشن

شمالی سندھ کے لیے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کا ایک اعلیٰ سطحی فیکٹ فائنڈنگ مشن مکمل ہوا ہے۔ مشن نے امن و امان کی صورتِ حال، صنفی بنیاد پر تشدد کے بڑھتے ہوئے واقعات، صحافیوں کے تحفظ اور سیلاب سے متاثرہ لوگوں کی بحالیِ نو کے عمل میں سست روی پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ ریاستی اداروں اور ایجنسیوں پر بہت زیادہ سیاسی و جاگیردارانہ اثر و رسوخ بھی مشن کے لیے فکرمندی کا سبب ہے۔ اس کی بدولت لوگوں کو انصاف تک مؤثر رسائی نہیں اور اُنہیں اپنے حقوق کے حصول میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

مشن میں ایچ آر سی پی کی چیئرپرسن حنا جیلانی، وائس چیئر سندھ قاضی خضر حبیب، کونسل رکن سعدیہ بخاری، اور انسانی حقوق کے سینئر کارکن امداد چانڈیو شامل تھے۔ ایچ آر سی پی کے شریک چیئرپرسن اسد اقبال بٹ کے ہمراہ ٹیم نے گھوٹکی، کندھ کوٹ، جیکب آباد اور لاڑکانہ کا دورہ کیا۔

مشن کے لیے یہ اطلاعات خاص طور پر تشویش کا باعث تھیں کہ 2022 کے تباہ کن سیلاب سے متاثر ہونے والے خاندانوں کو اپنے گھروں کی تعمیر نو کے لیے ابھی تک معاوضہ یا امداد نہیں ملی۔ ڈپٹی کمشنر قمبر شہداد کوٹ نے مشن کو بتایا کہ صرف اس علاقے میں 142,000 سے زیادہ گھر تباہ ہوئے تھے۔ مزید برآں، بڑے پیمانے پر اسکولوں کی تباہی نے بچوں کی تعلیم کو شدید متاثر کیا ہے، اور صورت حال میں بہتری کے آثار بھی نظر نہیں آ رہے۔

مشن کو یہ جان کر تشویش ہوئی کہ گھوٹکی میں اغوا برائے تاوان کے کم از کم 300 واقعات رپورٹ ہوئے۔ متاثرین کی زیادہ تر تعداد خواتین اور بچوں پر مشتمل تھی۔ پولیس کی اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے واقعات میں فوجی نوعیت کے ہتھیاروں کا استعمال کیا گیا، جو مبینہ طور پر بلوچستان سے اسمگل ہوئے۔ اِس سے صوبائی سرحدوں پر سیکیورٹی کے نظام پر بھی اُنگلیاں اٹھتی ہیں، حالانکہ مقامی افراد کا کہنا ہے کہ سرحد سے متصل سینکڑوں چیک پوسٹوں کی موجودگی میں ہتھیاروں کی منتقلی سے معلوم ہوتا ہے کہ سیکورٹی فورسز اِس عمل میں ملوث تھیں۔

مشن سے ملنے والے کئی لوگوں نے جبری تبدیلی کے مسئلے کو اجاگر کیا، اُنہوں نے کہا کہ اب وہ اپنی بیٹیوں کو اغوا ہو جانے کے خطرے کے سبب اسکول بھیجنے سے خوفزدہ ہیں۔ مشن کو ماورائے عدالت ہلاکتوں کی اطلاعات کے ساتھ ساتھ قانون نافذ کرنے والے اداروں کا نقطہ نظر بھی معلوم ہوا جن کا کہنا تھا کہ امن و امان کی خراب حالت کے پیشِ نظر پولیس مسلسل نشانہ بن رہی ہے۔

کندھ کوٹ اور جیکب آباد جہاں سے صوبے میں 'غیرت' کے نام پر قتل کے سب سے زیادہ واقعات رپورٹ ہوتے ہیں، کے دورے کے دوران مشن کو یہ جان کر انتہائی تشویش ہوئی کہ متاثرین میں کم عمر لڑکیاں، شادی شدہ عورتیں اور یہاں تک کہ بزرگ خواتین بھی شامل تھیں۔ متاثرین کے اہلِ خانہ نے تحقیقات کے ساتھ ساتھ عدالتوں کی کارروائیوں میں غیرضروری طویل تاخیر کی شکایت بھی کی۔

مشن کو یہ تشویش ناک اطلاعات بھی ملیں کہ گھوٹکی، کندھ کوٹ اور لاڑکانہ میں مقیم صحافی قتل کی دھمکیوں، اغوا، حملوں اور من گھڑت مقدمات کی وجہ سے بااثر افراد کے خلاف رپورٹنگ کرنے سے خوفزدہ رہتے ہیں۔

لاڑکانہ کے دورے کے دوران، مشن کو معلوم ہوا کہ جبری گمشدگیوں کی اطلاعات بہت زیادہ ہیں۔ متاثرین کے اہلِ خانہ نے شکایت کی کہ وہ انکوائری کمیشن برائے جبری گمشدگان کی سماعتوں میں شرکت کے لیے کئی مرتبہ کراچی جانے پر مجبور ہوئے، اور اس حوالے سے اکثر اُنہیں بھاری اخراجات برداشت کرنا پڑے۔ اہلِ خانہ نے یہ بھی بتایا کہ جب اُنہوں نے ایسے واقعات کی اطلاع دیں تو کئی بار اُنہیں نامعلوم افراد کی جانب سے دھمکی آمیز فون کالز موصول ہوئیں۔

[پریس ریلیز۔ کراچی۔ 18 فروری 2023]

پاکستان کی مذہبی اقلیتوں کو بولنے کی آزادی کیسے دی جائے

کیا پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کوئی ادارہ ذمہ دار ہے؟

مئی 2020 میں وفاقی کابینہ نے وزارت مذہبی اموراور بین المذاہب ہم آہنگی کے تحت اقلیتوں کے لیے ایک قومی کمیشن قائم کیا۔ یہ اقدام 2014 کے سپریم کورٹ (تصدق جیلانی) کے فیصلے کے چھ سال بعد سامنے آیا ہے جس میں کہا گیا تھا کہ پاکستان کی مشکلات کا شکار مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک آزاد، قانونی ادارہ بنایا جائے۔

لیکن جیلانی فیصلے میں اصل میں کیا مطالبہ کیا گیا؟

تاریخی فیصلے میں سفارش کی گئی ہے کہ اقلیتوں کے حقوق کے لئے ایک قومی کونسل تشکیل دی جائے۔

”جو آئین اور قانون کے تحت اقلیتوں کو فراہم کردہ حقوق اور تحفظ کے عمل کی نگرانی کرے۔ کونسل کو صوبائی اور وفاقی حکومتوں کی جانب سے اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت اور تحفظ کے لیے پالیسی سفارشات مرتب کرنے کا اختیار بھی دیا جائے“۔

تو موجودہ کمیشن میں کہاں خامی ہے؟

1۔ یہ پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کے ذریعہ قائم نہیں کیا گیا تھا اور اسے فیصلے میں تصور کردہ قانونی اختیارات حاصل نہیں ہیں۔
2۔ کابینہ کے فیصلے کے تحت قائم ہونے والے ادارے کے پاس صوبائی اموربشمول اقلیتوں کے حقوق پر دار الحکومت سے باہر کوئی قانونی دائرہ اختیار نہیں ہے، جو 18 ویں ترمیم کے بعد صوبائی معاملہ بن گیا تھا۔
3۔ اس کی موجودہ ساخت خود کمیشن کے اندر اقلیتوں کی نمائندگی کو کمزور کرتی ہے۔ کمیشن میں مختلف وفاقی 3 وزارتوں اور اسلامی نظریاتی کونسل کے 6 سرکاری مسلم نمائندے اور 2 مسلم ارکان سمیت 12 غیر سرکاری ارکان شامل ہیں۔
4۔ اس میں احمدیہ کمیونٹی کا کوئی رکن شامل نہیں ہے۔
5۔ اقلیتی خواتین، جو اقلیتی برادریوں کا ایک پسماندہ طبقہ ہے، ان کی نمائندگی کم ہے، جن میں 16 مردوں کے مقابلے میں صرف 2 غیر سرکاری خواتین ارکان ہیں۔

حکومت کو کیا کرنے کی ضرورت ہے؟

1۔ ادارے کے دائرہ اختیار کو تمام صوبوں اور وفاقی علاقوں تک وسعت دیں۔
2۔ 2014 کے فیصلے کی روح کے مطابق پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ کے ذریعے مکمل انتظامی اور مالی خود مختاری کیساتھ ایک آزاد قانونی ادارہ قائم کیا جائے، جس کے بعد اس ایکٹ کو فعال بنانے کے لیے ضوابط کار کا قیام عمل میں لایا جائے۔
3۔ بیوروکریٹس اور مسلم ممبران کی بجائے تمام مذہبی اقلیتوں اور فرقوں کے ارکان کو شامل کر کے کمیشن کی ساکھ کو مضبوط کیا جائے، جن میں خواتین کی کم از کم 50 فیصد نمائندگی ہو۔
4۔ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ کمیشن کے پاس دفتر، انسانی اور مالی وسائل موجود ہوں جو اسے اپنے فرائض کو سرانجام دینے کے لیے درکار ہیں۔

احمدیوں کی عبادت گاہوں پر حملے

کراچی، میرپور خاص کراچی میں دو ہفتوں میں جماعت احمدیہ کی دو عبادت گاہوں کے مینار شر پسند عناصر نے توڑ دئے۔ 2 فروری کو سہ پہر تقریبا ساڑھے تین بجے احمدیہ ہال صدر کراچی کے مینار شر پسند عناصر نے مسمار کر دیئے۔ تفصیلات کے مطابق پانچ سے دس شر پسند آئے اور چار افراد احمدیہ ہال کے باہر موجود کھانے کے ٹھیلے والے کے بنچ کو دروازے کے ساتھ کھڑا کر کے اس کے سہارے دیوار کے اوپر چڑھ گئے اور ہتھوڑوں سے مینار توڑ دیے۔ نیچے کھڑے ہوئے دیگر شر پسندوں نے جماعت احمدیہ کے خلاف نعرے لگائے۔ اس کے بعد وہ افراد نیچے اتر کر مجمع میں فرار ہو گئے۔ دو پولیس اہلکار وہاں موجود تھے۔ شر پسندوں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے پولیس پیچھے ہٹ گئی۔ احمدیہ جماعت نے پولیس کو ایف آئی آر درج کرانے کے لئے درخواست دے دی ہے۔ قبل ازیں ایک شخص عبد القادر پٹیل نے 29 ستمبر 2020 کو تھانہ پریڈی کراچی میں مقدمہ درج کرایا تھا کہ احمدیہ حال کراچی میں مسجد کی طرز پر مینار تعمیر کیے گئے ہیں۔

قبل ازیں 18 جنوری کو سہ پہر تین سے چار شر پسندوں نے مارٹن روڈ کراچی میں جماعت احمدیہ کی عبادت گاہ میں سیڑھی لگا کر داخل ہو کر سامنے کے 2 میناروں کو نقصان پہنچایا تھا۔ سیٹلائٹ ٹاون میر پور خاص شہر میں گذشتہ رات 4 فروری ساڑھے آٹھ بجے نامعلوم فرد نے احمدی عبادت گاہ پر فائرنگ کی جس کی گولیاں دروازے اور دیوار پر لگی ہیں۔ اس وقت چند احمدی اندر موجود تھے۔

ایک اور واقعہ میں مورخہ 3 فروری 2023 کو ضلع میر پور خاص کے مقام گوٹھ چوہدری جاوید احمد میں نامعلوم افراد نے جماعت احمدیہ کی عبادت گاہ کے میناروں کو توڑ دیا ہے اور عبادت گاہ کو آگ لگائی ہے۔ اس حوالے سے سندھ حکومت کو فوری توجہ دینے پر زور دیا جانا چاہئے۔ احمدی پاکستان کے محبِّ وطن شہری ہیں ریاست کا فرض ہے کہ انہیں تحفظ فراہم کرے۔

’بائیس کروڑ میں سے صرف بائیس پاکستانی چاہئیں‘

وسعت اللہ خان

اب دکھائی دے رہا ہے وہ حمام جس میں سب کے سب ایک دوسرے کو بلاخوف وشرم دیکھ سکتے ہیں۔ ہر ایک کی انگشتِ شہادت سامنے والے کی طرف اور تین انگلیاں اپنی جانب اور انگوٹھا سُوآسمان ہے۔ جب کوئی حکمتِ عملی کسی کے بھی پاس نہ ہوتو ہر کوئی سرکٹی مرغی کی طرح کبھی اس دیوار سے ٹکرا رہا ہوتا ہے تو کبھی اس در سے۔

تیس جنوری کو پشاور کے ہائی سکیورٹی زون میں کس کی غفلت ایک سو ایک پولیس والوں کی بیویوں کو بیوہ یا بچوں کو یتیم کر گئی؟

جی اُس سے پوچھیں، مجھ سے کیا پوچھ رہے ہیں۔ میں تو اس دن وہاں تھا ہی نہیں۔ سترہ فروری کو کراچی پولیس کے انتظامی مرکز پر دہشت گرد حملہ کیسے ممکن ہوا۔ جبکہ تیس جنوری کو پشاور کے ہائی سکیورٹی زون کے خونی واقعے کے بعد تمام صوبوں میں ایک بار پھر تین ہزار پانچ سو پچیسویں مرتبہ ریڈ الرٹ جاری کر دیا گیا تھا؟

معلوم نہیں سر جی۔ معلوم کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنا دی گئی ہے سر جی۔

لا اینڈ آرڈر آخر کس کی ذمہ داری ہے؟

میری تو نہیں ہے تیری ہے، اس کی ہے، فلانے کی ہے۔

طالبان کو کون یہاں لا کے بسانا چاہ رہا تھا؟

قسم خدا کی کم از کم میں نہیں تھا۔ خدا جانے فیض تھا کہ باجوہ یا پھر عمران وغیرہ وغیرہ۔

طالبان سے جنگ بندی کس نے کی، کیوں کی اور کب کی؟

اللہ بہتر جانتا ہے، نہ پارلیمنٹ جانتی ہے اور نہ ہی حکومت۔ فلانے جنرل کو شاید کچھ معلوم ہو اگر اسے کچھ بتانے کی اجازت ہو۔

مبلغ ایک سو مطلوب طالبان کس کی فرمائش پر گذشتہ برس چپکے سے رہا کر دیے گئے اس امید پر کہ شاید وہ آئینِ پاکستان تسلیم کر لیں؟ ملالہ پر حملے، اے پی ایس قتلِ عام اور دیگر کئی وارداتوں کا سرکاری ٹی وی چینل پر اعتراف کرنے والے احسان اللہ احسان نے کیوں اپنی مرضی سے فروری 2017 میں خود کو فوج کے حوالے کر دیا۔ اور پھر کیوں انتہائی کڑے پہرے سے جنوری 2020 میں فرار ہو گیا۔ اس کے فرار کو تب تک قومی راز کے طور پر کیوں چھپایا گیا جب تک خود احسان اللہ نے ویڈیو جاری کر کے خبر بریک نہیں کی۔ احسان اللہ کوئی تین برس فوجی حراست میں رہا۔ کیا اس پر کوئی فردِ جرم باضابطہ طور پر عائد ہوئی؟

کس کی غفلت سے فرار ہوا؟ اس ذمہ دار کا نام کبھی باضابطہ مشتہر ہوا یا ہوگا؟ کبھی چھان بین ہوئی کہ برادر احسان اللہ کس ملک میں ہیں؟ کیا اس ملک سے ان کی حوالگی کے لیے کبھی کسی نے رابطہ کیا؟ القاعدہ سے وفادار کالعدم لشکرِ جھنگوی بلوچستان کا امیر عثمان سیف اللہ کرد کوئٹہ چھاؤنی کے ہائی سکیورٹی قید خانے سے 2008 میں کیسے فرار ہوا اور پھر سات برس بعد کن حالات میں مارا گیا؟

معزز رکنِ پنجاب اسمبلی معاویہ اعظم طارق تو انسدادِ دہشت گردی ایکٹ مجریہ 1997 کے شیڈول فور کی لسٹ پر تھے۔ وہ تو قانوناً متعلقہ تھانے کو اطلاع کیے بغیر گھر سے بھی نہیں نکل سکتے تھے۔ ان کے تو تمام بینک اکاؤنٹس منجمد تھے، تو پھر وہ جہاز میں بیٹھ کے بیلجیئم کیسے پہنچ گئے اور وہاں سے اپنی فخریہ ویڈیوز کیوں بھیج رہے ہیں؟ اس بابت کس کس سے اب تلک باز پرس ہوئی؟ ہوئی تو کس نے کی؟ اور صرف معاویہ اعظم طارق ہی پر کیا موقوف۔ تین ماہ پہلے پنجاب پولیس کی ایک انٹرنل سکیورٹی رپورٹ میں بتایا گیا کہ فورتھ شیڈول کے تحت گھروں پر نظر بند 80 شدت پسند احباب غائب ہو چکے ہیں۔ جبکہ انسدادِ دہشت گردی ایکٹ کے تحت قابو میں آنے والے 277 دیگر احباب کہ جن کی نقل و حرکت پر چوبیس گھنٹے نگاہ رکھی جانی مقصود تھی، وہ بھی کب کے اڑن چھو ہو چکے۔

اٹھائیس دسمبر کو وفاقی وزیرِ داخلہ رانا ثنا اللہ نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ کالعدم تحریکِ طالبان کے چھ سات سے دس ہزار لوگوں نے ہتھیار ڈال دیے تھے وہ بھی اب دوبارہ متحرک ہو چکے ہیں۔

تیس جنوری کو پشاور میں جو 101 انسان قتل ہو گئے اس واقعے کی میڈیائی زندگی بمشکل چار دن کی تھی۔

حکومت نے دہشت گردی کی نئی لہر سے نپٹنے کے لیے کل جماعتی کانفرنس بلانے کا اعلان کیا، پھر یہ کانفرنس دو دن آگے بڑھا دی گئی۔ پھر یہ اعلان ہوا کہ وزیرِ اعظم ترکی جا رہے ہیں زلزلہ متاثرین سے اظہارِ یکجہتی کے لیے۔ ان کی واپسی پر شاید پندرہ یا سولہ فروری کو یہ کانفرنس ہو گی۔ وزیرِ اعظم ترکی سے ہو بھی آئے اور کل جماعتی کانفرنس کا آئیڈیا بھی شاید وہیں کسی عمارت کے ملبے میں دفن کر آئے۔ اب تو یوں لگتا ہے کہ بیس اکیس روز قبل 101 پولیس والے پشاور میں نہیں بلکہ کانگو یا گنی بساؤ میں کسی سڑک کے حادثے میں مرے ہوں گے۔ ان حالات میں بائیس کروڑ شہریوں میں سے وہ کون سے بائیس پاکستانی ہاتھ کھڑا کرنا چاہتے ہیں جنھیں امید ہے کہ حکومت یا حکومت سے بھی بالا ادارے جان و مال کے تحفظ یا دہشت گردی کم ترین سطح تک رکھنے کے لیے کوئی تازہ قابلِ عمل متفقہ قومی حکمتِ عملی اپنانے کی صلاحیت یا خواہش رکھتے ہیں؟

اس بابت چالیس فیصد پاکستان کی نمائندہ موجودہ قومی اسمبلی کے ارکان یا پچاسی رکنی وفاقی کابینہ کے عہدے دار ہاتھ اٹھانے سے پرہیز کریں کیونکہ ان کے ہاتھ پہلے ہی سے اٹھے ہوئے ہیں۔

(بشکریہ بی بی اردو)

جہدِ حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

’’ایوانِ جمہور‘‘ 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

’’جہدِ حق‘‘ کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جاسکے۔

جہدِ حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

عشرے: ادریس بابر کی نئی صنفِ سخن اور شعری مجموعہ

اسد فاطمی

ادریس بابر کا شعری مجموعہ 'عشرے' چھپ کر آ گیا ہے اور یہ اس کی اختراع کردہ نئی صنفِ شعر عشرہ پر لے دے کا وقت ہے۔ دس مصرعوں کی اس مرکب صنفِ شاعری پر اب تک کافی کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے اور نئے لکھنے والوں میں اسے موزوں پذیرائی مل رہی ہے۔ کتاب کے آغازیے میں شاعر نے بہ تکرار یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس نئی صنفِ سخن کا رخ واضح طور پر جدید سے مابعدِ جدید کی طرف ہے۔ اس دعوے پر پورا اترنے کے لیے یہ کن خواص کی حامل ہو، اس کا احاطہ بہت آسان نہیں، البتہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مابعد جدید دور جدید اور قدیم ہیئتوں کے پگھلنے اور ڈھلنے کا، اور متن و معانی میں کھل کھیلنے کا دور ہے۔ ادریس بابر کے عشروں کا مجموعہ ہمارے سامنے ہے اور اس کے سبھی عشرے ہیئتی ترکیب میں ایک دوسرے سے منفرد ہیں۔

"مرزا باطن دار بیگ" ایک نثری افسانچہ ہے، "ایک دلکش چڑیل کا نوحہ"، اور "مرحوم کی یاد میں" بادی النظر میں نثری شخصی خاکے ہیں، "ماب کشی"، اور "شاعری کے عالمی دن پر" اخباروں میں چھپنے والی نامہ بنام مدیر جیسی نثری تحریریں ہیں جو ایسا لگتا ہے چونکہ اتفاق سے دس سطور پر مشتمل ہیں سو یہ تحریریں مذکورہ شعری ہیئت کی کشادگی سے رعایت پا کر عشروں کی کتاب میں آ گئی ہیں۔ معصوم، نالی ووڈ، بھلیکھا، مسٹروی 2، نظم عیلان کردی پہ لکھنے چلے ہو، ایک محبت کے اطراف میں 1، 2، ٹکٹ، نیا سال، عالم بی بی کے بچوں کی دعا، نولکھا، خان رمضان خانصاحب، لاسٹ ٹمپٹیشن آف کرائسٹ، اور موبائل ایک طرح سے پانچ بیتوں کی مثنویاں ہیں، لیکن ان میں سے کچھ کچھ کہیں کہیں بحور کے توازن میں نثری نظم سے جا ملتی ہیں۔ جہاں یہ انحراف ہے وہاں یہ مثنویاں تو نہیں رہیں لیکن عشرے کی لچکدار ہیئت نے انہیں سنبھال لیا ہے۔ لاہور میں، دیکھتا ہوں، اور پیرس پارس غزل یا قصیدہ کی سی ہیئت میں ہیں۔ "قوالی کے لیے کچھ ہے؟" یوں لگتا ہے، تین مصرعوں کے تین بند والی مانوس سی ہیئت کی ایک غنائیہ نظم تھی جسے عشرے کے ہیئتی جبر کے تحت ایک اضافی مصرع شامل کر کے عشروں کی کتاب میں شمولیت کے میرٹ پر لایا گیا ہے۔ اگر یہ نظم میری ہوتی تو یقیناً 9 مصرعوں کی ہوتی۔

ادریس بابر کا عشرہ بالعموم انہی آمیختہ و ریختہ بندشوں کا ایک محلول ہے۔ کہیں کوئی عشرہ مثنوی طرز کے دو بیت باندھنے کے بعد ایک مسدس بند سے مصرعوں کی گنتی پوری کر جاتا ہے، تو کہیں ایک اور عشرہ غزلیہ قطعہ جیسے دو تین شعر دے کر اچانک آزاد نظم بن جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ نئی صنفِ شعر، پرانی اصنافِ سخن کے نمکدان کے خانوں سے حسبِ ذائقہ ایک دو چٹکیاں لیتی ہے اور اسے دس مصرعوں کے ایک برابر برابر ساشے میں پیک کر دیتی ہے۔

زبان کی سطح پر بھی ادریس بابر نے بیباکانہ تصرفات سے کام لیا ہے۔ روزمرہ بول چال کی تہہ سے تاثرات اور لسانی آمیزشوں کا بہت سا جھاڑ جھنکار جسے ابتک شاعری نے نہیں سمیٹا تھا، وہ آپ کو اس کی شاعری میں ملے گا۔ وہ رائج لفظوں کو بگاڑتا ہے، نئے لفظ بناتا ہے۔ کسی لفظ کو وہ کسی صوتی پڑوس کے لفظ کے نیچے قافیے میں رکھ کے روند دیتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے بول چال کی عامیانہ ترین سطحیں اس کے لیے صحتِ لفظی کی سند ہیں۔ وہ پورے زور سے لسانی معیار و مسلّمات کے قاموسی مراکز کے کھونٹے سے رسی توڑ آیا ہے۔ جہاں عشرہ بحر میں ہے وہاں وہ لفظ کو صحیح املا کے ساتھ لکھ کے اسے بحر میں گفتاری تلفظ کے تحت رکھ دیتا ہے۔ تحت اللفظ میں پڑھنے سے آپ کو پتہ چلے گا کہ یہاں جماعتوں کو جماتوں، سائنس کو سَینس، غَلطی کو غلُطی، رہے کو رے اور چاہیے کو چاہیۓ پڑھنا ہے۔ کہیں عشرہ نثری آہنگ میں ہے تو وہ املا کو ہی "خامخا" مبتذل کر دیتا ہے۔ اس بگاڑنے بنانے میں وہ جگہ جگہ قاری کو چِڑاتا ہے، خود چڑتا ہے۔ یوں ادریس بابر شعری ہیئتوں کی طرح لسانی ہیئات کو بھی اسی جذبے سے توڑتا پھوڑتا ہے اور اس تخریب کی اینٹ مٹی کے ذریعے تعمیرِ نو کا امکان ڈھونڈتا ہے۔

عشرہ کی صنف کے متعدد مابعد جدیدی اوصاف واضح اور ناقابلِ تردید ہیں۔ البتہ کسی نظم پارے کو عشرہ بنانے کی بنیادی شرط اس میں مصرعوں کی طے شدہ تعداد ہے۔ عہدِ حاضر میں ڈیجیٹل ٹیکنالوجی نے جہاں کاغذ کے استعمال کا ایک متبادل پیش کیا ہے، وہیں مواد کی گنجائش کا بھی ایک مختلف تصور سامنے آیا ہے۔ عشرہ میں مصرعوں کی طے شدہ تعداد کی بنیادی شرط کے لیے اب تک پیش کیا گیا سب سے نمایاں جواز اسی تصور سے متاثر ہے۔ وقت اور جگہ بچانے کا یہ استدلال البتہ جدیدیت ہی کے مقصدیت اور ہیئت پسندانہ رجحانوں کی بازگشت ہے، اور مابعد جدید ادب کی ہیئت شکن روح سے بہت کم میل کھاتا ہے۔

کسی بھی نئی صنفِ شعر کا متعارف ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ماقبل تاریخی رزمیوں سے قصیدہ نکلا اور صدیاں پہلے قصیدے سے غزل کی صنف پھوٹی۔ رباعی چلی گئی، خیام رہ گیا۔ مثنوی پیچھے رہ گئی اور مولانا روم آگے نکل گئے۔ ایک نئی صنفِ شعر کے طور پر عشرے کے مستقبل کا فیصلہ بھی وقت نے ہی کرنا ہے۔ تاہم ادریس بابر کے ان عشروں کو شعری مواد کی سطح پر دیکھا جائے تو بھی وہ اپنے منصب کے ایک عصری امتحان میں اعتماد سے کھڑا نظر آتا ہے۔

ہم ترقی پذیروں کی شعوری تاریخ کیا اور اس کی منازل کیا۔ ایک نازک اور ناپختہ سا جمہوری بندوبست، طاقت کے روایتی رشتوں سے اُبھرے اربابِ حلِ عقد، علمی و تخلیقی طور پر دیوالیہ اہلِ علم و ہنر، اظہار و بیان پر خود ساختہ قدغنیں، رجعتی و جدتی نعروں کا شور، جدید ٹیکنالوجی کے آئینوں میں جھلکتے قدیم بوسیدہ عکس؛ یہ اُس پردے کی محض وہ چند ایک پرتیں ہیں جن کے پیش منظر میں ہمارے معاشرے کے مابعد جدیدی تجربہ کے خدوخال ابھرتے ہیں۔ بڑے سے بڑے انسانی المیے کو ان سنا کرنے کے لیے دردمندانہ لفاظی کی مدافعتی گولیاں بازار سے بارعایت دستیاب ہیں۔ عاشقِ زار کے پاس محبوب کا رابطہ نمبر تو ہے لیکن کہنے کو کچھ نہیں۔ سنسان کنٹین پر بیٹھے اخبار کے لہولہان فرنٹ پیج سے میز پر گری چائے صاف کرنا سیاسی طور پر اِنکوریکٹ ہوسکتا ہے۔ ان حالات میں ادریس بابر کے عشروں کے شعری مواد میں عصری زندگی کے تلخ و ترش کی بیشتر جزویات اپنے تمام تر معنوی انتشار کے ساتھ آپ کو سطح پر نمودار ہوتی ہوئی محسوس ہوں گی۔

ان عشروں میں آپ کو جگہ جگہ متوسط طبقہ کی زندگی اور کرداروں کی ہیئت کذائی کی جھلکیاں نظر آئیں گی۔ زندگی کے نشیب و فراز میں جیتا مرتا محنت کش بھی کہیں نظر آئے گا۔ آپ کو حالیہ سالوں کے ایسے کئی انسانی المیے یاد دلائے جائیں گے جو میڈیا اور سوشل میڈیا پر وقتی رجحان بن کر دو چار دن آپ کا سکون برباد کر کے آئے گئے ہو گئے۔ یا وہ سانحے جن پر کسی مصلحت کے تحت عوامی سطح پر بات ہی نہیں کی گئی۔ یا پھر حکمرانوں اور افسر شاہی کے مانوس رویوں سے مستعار کوئی تاثر۔ ان عشروں میں آپ کو ہاسٹلوں، کنٹینوں، دفتروں، درخواستوں، ڈگریوں، نظریوں، آدرشوں، ارمانوں، رشتوں، الجھنوں میں گھرا ہوا نوجوان ملے گا۔ شہروں، محلوں، گلیوں میں رواں دواں سماجی، اقتصادی، فلمی، جذباتی، مکالماتی، نامیاتی زندگی کے لمحوں، دنوں اور راتوں سے بھی بقدر ضرورت کچھ ملے گا۔ جذبوں، جسموں، بستروں، پیغاموں، ان باکسوں میں رکھی ہوئی محبتیں اپنی جھلک دکھائیں گی، یا پھر ان سب مناظر سے ابھرا کوئی مرکّب سا احساس کہیں جلوہ گر ہو گا۔ کسی عشرے میں وہ آپ سے وہ باتیں کہے گا جو ہم بلاوجہ، بلاضرورت کہتے سنتے رہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

دنیائے شعر میں جبکہ گاہے یوں لگتا ہے کہ سب کچھ پہلے سے کہا اور لکھا جا چکا ہے، اور گاہے یوں کہ کچھ بھی نہیں کہا جا سکا۔ اس عالم میں ہمارے وقت کی ایک نمایاں سرگوشی یہ ہے کہ جدیدیت کے بعد آخر کیا ہوسکتا ہے۔ ادریس بابر ایسے حیران و پریشان مسافروں کی لاری میں آ کر زبانِ حال سے آوازہ لگا رہا ہے:

اخبار کی دس ڈسٹربنگ سرخیوں کا خلاصہ — دس مصرعے!

ڈھابے سے بازار کی جانب شاعر کا رینڈم کلِک — دس مصرعے!

تھر میں مور کا آخری ٹُھمکا — دس مصرعے!

مہربان! دس مصرعے! — قدردان! دس مصرعے!

(بشکریہ لالٹین)

پاکستان میں عورتوں کے حقوق کی صورتِ حال

سلیم عباس

قیامِ پاکستان کے بعد حقوقِ نسواں پر ہونے والی قانون سازی کئی مراحل سے گزری ہے۔ پاکستان کے قیام کے فوری بعد ہی پاکستانی خواتین کو رائے دہی کا حق مل گیا تھا۔ 1961 میں ایوب خان کی جانب سے "فیملی لاء آرڈیننس" متعارف کروایا گیا۔ بعد میں ضیاء حکومت نے "حدود آرڈیننس" کے ذریعے نسوانی حقوق پر کئی پابندیاں عائد کردیں جس سے مرد اور عورت کا توازن منتشر ہوگیا۔ اس کے خلاف نسوانی حقوق کے علمبرداروں نے آواز بھی بلند کی۔ اس سے حقوقِ نسواں پر بحث مزید آگے بڑھی۔ پھر 2006 میں "تحفظ نسواں قانون" کا نفاذ کیا گیا۔ اسی طرح 2010 اور 2020 میں قومی سطح پر نسوانی حقوق کے تحفظ اور فروغ کے لیے قوانین بنائے گئے۔

پاکستان کو حقیقی معنوں میں جمہوری اور محفوظ ریاست بنانے کے لیے اگرچہ طویل سفر باقی ہے۔ ریاستِ پاکستان جس کو آزاد ہوئے 75 برس ہوگئے ہیں۔ جس کا قیام جمہوری اصولوں پر مبنی تھا، 75 برس گزرنے کے بعد ابھی اس ملک میں انسانی حقوق کے نفاذ کو یقینی نہیں بنایا جاسکا۔

مملکتِ پاکستان میں آئے دن عورتوں کے ساتھ بدسلوکی، تشدد، ریپ، اور قتل جیسے واقعات رونما ہوتے رہے ہیں۔ ان جرائم کی روک تھام کے لیے مناسب اقدامات نہیں کیے گئے۔

عوامی مقامات پر عورتیں محفوظ نہیں ہیں۔ اگر موجودہ صورت حال کی بات کی جائے تو حال ہی میں پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کے ایف نائن پارک میں ایک لڑکی کے ساتھ اجتماعی جنسی زیادتی کی گئی۔ لاہور کے علاقے گجر پورہ میں سسرال والوں نے دو کمسن بچیوں کی ماں کو بیٹا پیدا نہ کرنے کی پاداش میں تشدد کر کے قتل کر دیا۔ بلوچستان کے وزیر مواصلات نے مبینہ طور پر ایک بلوچ عورت اور اس کے بچوں کو نجی جیل میں رکھا اور ان پر تشدد کیا۔ آئے دن عورتوں کے حقوق کی پامالی اور خلاف ورزی سننے اور دیکھنے کو ملتی ہے۔ عورتوں کے لباس، تعلیم، حق رائے دہی، اور رائے زنی پر اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ ایک عورت اپنے گھر والوں سے اپنی شادی کے معاملے میں اپنی رائے کا اظہار نہیں کرسکتی کیونکہ اسے تشدد کا خوف ہوتا ہے۔

آپ ہی بتائیں کہ کیا یہ ریاست ایک جمہوری ریاست ہے؟

جمہوری ریاست تو وہ ہوتی ہے جس میں جمہوریت پر عمل ہو۔ مگر یہ کیسی جمہوری ریاست ہے جس میں مرد اور عورت میں فرق روا رکھا جاتا ہے؟

چلیں، آئیں ایک نظر پاکستانی قوانین پر ڈالتے ہیں جو حقوقِ نسواں کے تحفظ کے لیے بنائے گئے۔

عورتوں کے حقوق پر پاکستانی قوانین

- 9 مارچ 2010 کو پاکستان پیپلز پارٹی کے رکن اسمبلی اور اس وقت کے وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے اسمبلی میں ایک بل پیش کیا جس کا عنوان تھا، "خواتین کو کام کے مقامات پر ہراسانی سے تحفظ کا قانون"
- 30 دسمبر 2011 کو پاکستان پیپلز پارٹی کے رکن اسمبلی سید ممتاز عالم گیلانی نے اسمبلی میں ایک بل پیش کیا جس کا عنوان تھا، "پریشان حال اور زیر حراست خواتین فنڈ (ترمیمی) قانون "2011۔

عوامی مقامات پر عورتیں محفوظ نہیں ہیں۔ اگر موجودہ صورت حال کی بات کی جائے تو حال ہی میں پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کے ایف نائن پارک میں ایک لڑکی کے ساتھ اجتماعی جنسی زیادتی کی گئی۔

- 19 اکتوبر 2016 کو پاکستان پیپلز پارٹی کی رکن اسمبلی ڈاکٹر نفیسہ شاہ نے "فوجداری (ترمیمی) (ریپ سے متعلق جرائم) ایکٹ 2016" پیش کیا۔
- ستمبر 2017 میں پاکستان کے ایوانِ زیریں یعنی قومی اسمبلی نے ہندو میرج ایکٹ کا بل متفقہ طور منظور کرلیا ہے جس کے تحت اب ہندوؤں کی شادیوں کو رجسٹر کیا جائے گا۔ قیامِ پاکستان سے اب تک ہندوؤں کی شادی کو رجسٹر نہیں کیا جاتا تھا جس کی وجہ سے پاکستان میں موجود ہندو برادری عدم تحفظ کا شکار تھی۔ انسانی حقوق کے وفاقی وزیر کامران مائیکل کی طرف سے یہ بل ایوان میں پیش کیا گیا جسے متفقہ طور پر منظور کرلیا گیا۔ اس سے قبل قائمہ کمیٹی نے چھ ماہ سے زائد عرصے سے مشاورت کے بعد اس ہندو میرج بل کے مسودے کی منظوری دی تھی۔
- 18 مئی 2018 کو پاکستان مسلم لیگ ن کے رکن اسمبلی کامران مائیکل نے "پریشان حال زیر حراست خواتین فنڈ کا (ترمیمی) ایکٹ 2018 (ایکٹ نمبر XIX سال 2018 اسمبلی میں پیش کیا۔

عورتوں کے حقوق پر عالمی قوانین اور کاوشیں

- اقوامِ متحدہ نے 1979 میں خواتین کو ہر قسم کے امتیازات سے تحفظ کا میثاق منظور کیا۔ اسے خواتین کے حقوق کے حوالے سے عالمی سطح پر ایک اہم دستاویز تصور کیا جاتا ہے۔
- نومبر 2000 میں اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے لوگوں خاص طور پر عورتوں اور بچوں کی اسمگلنگ کو روکنے، اس پر قابو پانے اور ذمہ داران کو سزا دینے کے لیے پروٹوکول اختیار کیا۔
- 1995 میں خواتین پر چوتھی عالمی کانفرنس میں عالمی برادری کی رائے لے کر کہا گیا کہ صنفی بنیاد پر تشدد کی روک تھام ضروری ہے۔

سفارشات

حقوقِ نسواں کے تحفظ کے لیے قوانین تو بنائے گئے ہیں مگر ان پر مکمل عملدرآمد نہیں کیا گیا۔ عورتوں کے درج ذیل حقوق کو تحفظ دینے کے لیے خصوصی توجہ دی جائے:

زندگی کا حق: زندگی کا حق بنیادی حق ہے جس کی ملکی آئین اور عالمی قوانین میں ضمانت دی گئی ہے۔ پاکستان میں عورتوں کی زندگیاں محفوظ بنانے کے لیے ہم ممکن کوششیں کی جائیں۔

جائیداد کا حق: عورتوں کو وراثت میں حصہ دیا جائے۔ ان کے قانونی حق کو مکمل تحفظ ملنا ضروری ہے۔ اس حوالے سے موجود قوانین پر سختی سے عملدرآمد کروایا جائے۔

رائے دہی کا حق: پاکستان کے بعض علاقوں میں عورتوں کو رائے دہی کا حق دینے سے انکار کیا جاتا ہے، اس طرز عمل پر قابو پایا جائے اور ایسے عناصر کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے جو عورتوں کے رائے دہی کے حق پر پابندیاں عائد کرتے ہیں۔

مرضی کی شادی کا حق: عورتوں کو اپنی پسند کی شادی کا حق حاصل ہے۔ ملکی و عالمی قانون اس کی ضمانت دیتا ہے۔ پاکستان میں اس حق کو مکمل تحفظ نہیں دیا جارہا۔ اسے تحفظ دینے کے لیے تمام ضروری کوششیں کی جائیں۔

شوہر سے علیحدگی کا حق: اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو اسے علیحدہ ہونے کا حق ملنا چاہیے۔

عورت مارچ 2023 کے مطالبات

عورت مارچ 2023 جنوبی پنجاب (سرائیکی وسیب) میں خواتین کے حقوق اور صنفی مساوات کے لئے ایک تحریک ہے۔ یہ آزادی، خودمختاری، اور خواتین اور خواجہ سراؤں کے بطور شہری تحفظ کی وکالت کرتی ہے، یہ تحریک انفرادی حقوق اور صنفی مساوات کے لئے امن مظاہروں کی بھی حمایت کرتی ہے اور ان لوگوں کے ساتھ یکجہتی کے لئے کھڑی ہے جو پسماندہ برادریوں کے حقوق کے لئے کام کر رہے ہیں۔ یہ جدو جہد اس وقت تک جاری رہے گی جب تک خواتین کو پدرشاہانہ نظام کے تحت استحصال اور تشدد سے آزادی نہیں مل جاتی۔ ہمارا وژن ایک محفوظ مساوی اور جامع معاشرے کی تعمیر ہے، جہاں خواتین اور دیگر صنفی اقلیتوں کو زندگی کے تمام پہلوؤں میں مکمل طور پر حصہ لینے کا حق حاصل ہو، اس میں تعلیم، روزگار، صحت کی دیکھ بھال اور سیاسی نمائندگی تک مساوی رسائی شامل ہے۔ ہم خواتین کے حقوق کے لئے اپنی لڑائی میں ایک دوسرے کی اہمیت پر یقین رکھتے ہیں اور تمام پسماندہ برادریوں کے ساتھ کھڑے ہیں بشمول وہ لوگ جو مختلف معذوریوں سے متاثر ہیں اور نسلی اور مذہبی اقلیتیں ہیں۔ ہمارا مقصد پدرشاہانہ اصولوں اور رویوں کو چیلنج کرنا ہے جو خواتین اور دیگر صنفی اقلیتوں کے خلاف تشدداور امتیازی سلوک کو برقرار رکھتے ہیں۔ ہمارا مقصد ایسی جگہیں بنانا ہے جہاں خواتین اور دیگر صنفی اقلیتیں آزادانہ طور پر اپنا اظہار کر سکیں اور فیصلہ سازی کے عمل میں حصہ لے سکیں جو ان کی زندگیوں کو متاثر کرتے ہیں۔ عورت مارچ ملتان 2023 خواتین اور دیگر صنفی اقلیتوں کے لئے اکٹھا ہونے اپنے حقوق مانگنے اور ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا ایک پلیٹ فارم ہے، ہم اپنے حقوق کے لئے اس وقت تک متحرک اور وکالت کرتے رہیں گے جب تک جنوبی پنجاب میں ہر خاتون اور خواجہ سرا کے ساتھ عزت اور احترام کا سلوک نہیں کیا جاتا۔ عورت مارچ ملتان وسیب میں خواتین، لڑکیوں اور اقلیتوں کے حقوق اور تحفظ کو بہتر بنانے کے لئے مختلف اقدامات پر زور دے رہی ہے۔ ان کے مطالبات میں شامل ہیں۔

26 بنیادی مطالبات جو اس عورت مارچ کے ذریعے ہم لوگوں اور پالیسی سازوں تک پہنچانے کے خواہاں ہیں:

1۔ 16 سال کی عمر تک لڑکیوں کے لئے تعلیم کی ضمانت فراہم کی جائے۔

2۔ مساوی رسائی کے ساتھ نئے کالج اور یونیورسٹیاں بنائی جائیں۔

3۔ یونیورسٹیوں میں جنسی ہراسانی کے خلاف فعال کمیٹیاں اور کام کی جگہوں اور تعلیمی اداروں میں جنسی ہراسائی کے خلاف قوانین پر سختی سے عمل درآمد کیا جائے۔

4۔ پاکستان بھر کی یونیورسٹیوں میں طلبہ یونینز پر پابندی کا خاتمہ کیا جائے۔

5۔ انسداد تشدد بل کے ذریعے پولیس تشدد اور ظلم پر پابندی کی جائے۔

> **قابل رسائی صحت کی دیکھ بھال اور روزگار کے مواقع سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں خواتین ملازمین کے لئے بچوں کی دیکھ بھال (ڈے کیئر سنٹر) کی سہولیات بنائی جائیں**

6۔ اسکولوں، سرکاری دفتر، اور افراد باہم معذوری کے لئے عوامی جگہوں میں قابل رسائی فن تعمیر، اور سکولوں میں الگ قابل رسائی واش رومز بنائے جائیں۔

7۔ افراط زر کے مطابق اور صنفی لحاظ سے کم از کم اجرت مقرر کی جائے۔

8۔ گھریلو ملازمین کے حقوق، خاص طور پر نوجوان لڑکیوں کا تحفظ یقینی بنایا جائے۔

9۔ کم عمری کی شادی اور پنجاب میں قانونی طور پر 18 سال کی کم از کم عمر مقرر کی جائے، نیز زبردستی مذہب کی تبدیلی کے خلاف قوانین پر عملدرآمد یقینی بنایا جائے۔

10۔ ٹرانس جینڈر رائس ایکٹ 2018 کا مکمل نفاذ کیا جائے۔

11۔ ویمن پروٹیکشن بل پر عملدرآمد اور ملتان میں خواتین بحران سنٹر میں نامکمل منصوبوں کی تکمیل کی جائے۔

12۔ اسکول کے نصاب میں انسانی حقوق، موسمیاتی تبدیلی، اور صنفی تعلیم کو شامل کیا جائے۔

13۔ قابل رسائی صحت کی دیکھ بھال اور روزگار کے مواقع، سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں خواتین ملازمین کے لئے بچوں کی دیکھ بھال (ڈے کیئر سنٹر) کی سہولیات دی جائیں۔

14۔ خواتین کی حفظان صحت اور ضروری اشیاء جیسے سینٹری نیپکنز پر عائد ٹیکسوں کا خاتمہ کیا جائے۔

15۔ بھٹہ مزدوروں، کسانوں، صحافیوں، دیہاڑی داروں، پولیو ورکرز، نرسوں، فیکٹری ورکرز اور ریلوے ملازمین سمیت مختلف گروپوں کے استحصال کا خاتمہ کیا جائے۔

16۔ خواتین کے خلاف دہشت گردی پھیلانے والی سرگرمیوں کے خلاف قانونی کاروائی اور قانون کی حکمرانی قائم کرنے کے لئے مقامی پنچائیوں پر پابندی لگائی جائے۔

17۔ خاص طور پر لاہور ہائی کورٹ کے ملتان اور بہاولپور بنچوں میں خواتین ججوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔

18۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام اور راشن پروگرام میں بدعنوانی اور خواتین کے ساتھ ناروا سلوک کو روکا جائے۔

19۔ سیلاب سے متاثرہ خواتین اور بچوں کی خوراک صحت، رہائش تعلیم اور تحفظ کو یقینی بنایا جائے۔

20۔ خواتین کو ہراساں کئے جانے اور تشدد کے واقعات کی اطلاع دینے کے لئے موثر پورٹلز کی تشکیل کی جائے۔

21۔ قانونی کاروائی کے ذریعے مذہبی مقامات کی بے حرمتی اور اقلیتوں کی عبادت گاہوں کے خلاف مجرمانہ کاروائیوں کو روکا جائے۔

22۔ بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کی روک تھام کے لئے موثر اقدامات کئے جائیں۔

23۔ دارالامان اور ورکنگ ویمن ہاسٹلز میں خواتین کی بنیادی آزادیوں اور تحفظ کو یقینی بنایا جائے۔

24۔ انٹرنیٹ تک رسائی کو بنیادی حق قرار دیا جائے اور ٹیکنالوجی تک رسائی میں ڈیجیٹل تقسیم کو ختم کرنے کی موثر کوشش کی جائے۔

25۔ نصابی کتابوں الیکٹرانک میڈیا، اور سوشل میڈیا پر منفی دقیانوسی تصورات کو ختم کیا جائے۔

26۔ راشد رحمان جیسے انسانی حقوق کے رہنماؤں کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور ان اور ان جیسے دیگر لوگوں کے لئے انصاف کا مطالبہ کرتے ہیں۔

☆☆☆

مختصر جائزہ

ایچ آر سی پی 15 اخبارات اور 2 نیوز ویب سائٹس کی نگرانی کرتا ہے تاکہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں، جیسے کہ صنفی بنیاد پر تشدد یا پولیس کی زیادتیوں کے کوائف کو اکٹھا، درجہ بندی کرنے اور آن لائن دستیاب کیا جائے۔ ایچ آر سی پی کی میڈیا مانیٹرنگ کے مطابق اکتوبر سے دسمبر 2022 کے دوران انسانی حقوق کی زیادہ تر خلاف ورزیوں کا تعلق جنسی تشدد سے تھا جس میں کم از کم 410 واقعات رپورٹ ہوئے، اس کے بعد خودکشی کے کم از کم 375 واقعات رپورٹ ہوئے۔

قانون کا نفاذ

☆ زیر جائزہ مدت کے دوران، مبینہ طور پر 24 واقعات میں 28 مردوں کو سزائے موت سنائی گئی (خاکہ 1 دیکھیں)۔

☆ سیشن عدالتوں میں 19 افراد کو سزائے موت سنائی گئی جبکہ پانچ کو انسداد دہشت گردی کی عدالتوں میں سزا سنائی گئی۔

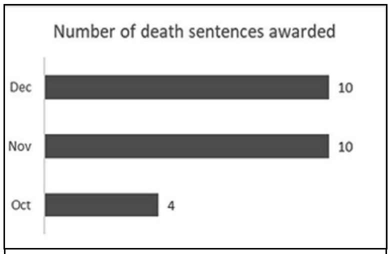

خاکہ-1

امن و امان

☆ ایچ آر سی پی نے پولیس کی زیادتیوں کے 45 رپورٹ کیے گئے واقعات درج کیے جن میں دوران حراست قتل، دوران حراست تشدد، حراست سے باہر قتل اور طاقت کا بے تحاشہ استعمال شامل ہیں۔ کم از کم 1 6 افراد ان زیادتیوں کا شکار ہوئے جن میں پانچ خواتین اور تین بچے شامل ہیں۔ ایسے ہی ایک واقعے میں بلوچستان کے ضلع جعفر آباد میں امدادی سامان کی تقسیم کے دوران پولیس کی فائرنگ سے ایک سیلاب زدہ فرد جاں بحق ہو گیا۔

☆ پولیس مقابلوں کے بھی 56 واقعات رپورٹ ہوئے جن میں کم از کم 91 افراد مارے گئے۔ ان میں سے زیادہ تر واقعات پنجاب سے رپورٹ ہوئے۔

غیر محفوظ گروہوں پر تشدد

☆ اس عرصے کے دوران گھریلو تشدد کے کم از کم 47 واقعات رپورٹ ہوئے (خاکہ 2 دیکھیں)۔ دو لڑکیوں سمیت کم از کم 50 خواتین تشدد کا نشانہ بنیں۔ ان میں سے زیادہ تر واقعات میں مار پیٹ اور قتل کی کوششیں شامل ہیں۔

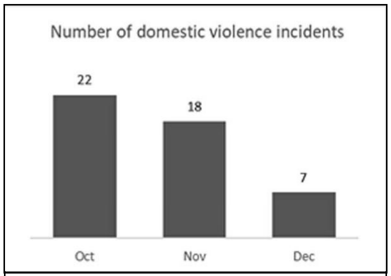

خاکہ-2

☆ اس عرصے کے دوران غیرت کے نام پر کم از کم 73 جرائم بھی رپورٹ ہوئے، جن میں 103 افراد متاثر ہوئے۔ غیرت کے نام پر جرائم خاندانی غرور یا خاندانی عزت کی حفاظت کے نام پر خاندان یا قبیلے کے کسی فرد کا قتل ہے (اعداد و شمار 3 اور 4 دیکھیں)۔ متاثرین میں کم از کم ایک شیر خوار بچی بھی شامل تھی۔

☆ اس عرصے کے دوران غیرت کے نام پر کم از کم 3 7 جرائم بھی رپورٹ ہوئے، جن میں 103 افراد متاثر ہوئے۔ غیرت کے نام پر جرائم خاندانی غرور یا خاندانی عزت کی حفاظت کے نام پر خاندان یا قبیلے کے کسی فرد کا قتل ہے (اعداد و شمار 3 اور 4 دیکھیں)۔ متاثرین میں کم از کم ایک شیر خوار بچی بھی شامل تھی۔

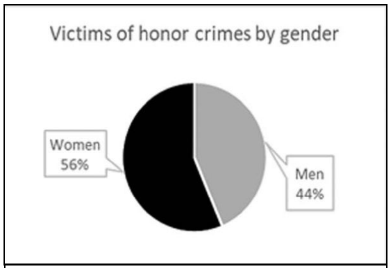

خاکہ-3

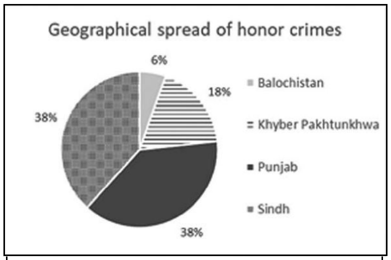

خاکہ-4

☆ اس عرصے کے دوران جنسی تشدد کے 410 واقعات رپورٹ ہوئے جن میں آن لائن ہراسانی کے کم از کم 41 واقعات، 89 گینگ ریپ، 31 ہراسانی کے واقعات اور 246 ریپ کے واقعات رپورٹ ہوئے۔

☆ ایچ آر سی پی نے خواجہ سرا افراد کے خلاف تشدد کا ایک رپورٹ شدہ واقعہ ریکارڈ کیا جس میں گینگ ریپ شامل تھا (خاکہ 5 دیکھیں)۔

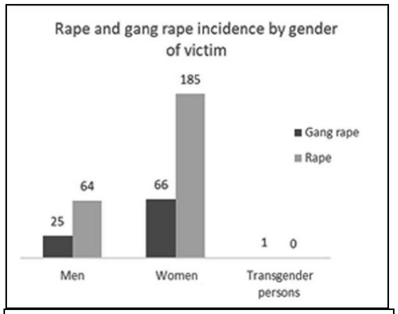

خاکہ-5

☆ عصمت دری کا شکار ہونے والے تقریباً نصف بچے تھے (خاکہ 6 دیکھیں)۔ کم از کم 14 کیسز کے علاوہ بچوں کو جسمانی سزا بھی رپورٹ ہوئی، اور کم از کم چھ کیسز کے ساتھ بچوں کی شادی کی گئی۔ ایسے ہی ایک واقعے میں بلوچستان کے علاقے خضدار میں پانچ سالہ بچی کی زبردستی شادی کر دی گئی۔

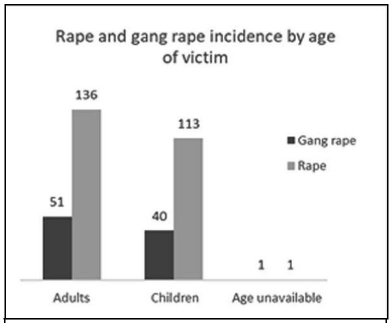

خاکہ-6

☆ اس دوران جلانے کے 19 واقعات رپورٹ ہوئے جن میں 11 تیزاب کے حملے بھی شامل ہیں۔کم ازکم 19 خواتین اور پانچ لڑکیاں نشانہ بنیں۔

☆ اس دوران خواتین اور خواجہ سراؤں کے اغوا کے 214 واقعات رپورٹ ہوئے۔کم از کم 169 خواتین، 61 لڑکیاں اور ایک ٹرانس جینڈر متاثرین میں شامل تھے۔

☆ زیر جائزہ مدت کے دوران، 231 واقعات میں 223 خواتین، 29 لڑکیاں اور دو خواجہ سراء قتل ہوئے۔

بنیادی آزادیاں

☆ ایچ آر سی پی نے سندھ میں اس عرصے کے دوران مذہب کی تبدیلی کے چار واقعات قلمبند کیے،جن میں دو لڑکیاں بھی شامل تھیں۔

☆ پشاور، خیبر پختونخوا میں فرقہ وارانہ تشدد کے ایک واقعے میں کم ازکم دو افراد ہلاک ہوئے۔

☆ پنجاب کے ضلع خانیوال میں توہینِ مذہب کے الزام میں ہجوم کے ہاتھوں کم ازکم ایک شخص ہلاک ہوگیا۔

☆ کم ازکم ایسے چار واقعات رپورٹ ہوئے جن میں ایک خاتون سمیت 13 افراد کو توہین مذہب کے الزام میں گرفتار یا حراست میں لیا گیا۔

☆ اس عرصے کے دوران توہین رسالت کے جرم میں دو بار موت کی سزا سنائی گئی۔

صحت

☆ اس عرصے کے دوران خودکشی کے 375 واقعات رپورٹ ہوئے جن میں سے 70 خودکشی کی ناکام کوششیں تھیں۔ان واقعات میں متاثرین میں کم از کم 249 مرد اور 106 خواتین شامل ہیں (خاکہ 7 دیکھیں)۔جاں بحق ہونے والوں میں 21 بچے بھی شامل ہیں۔

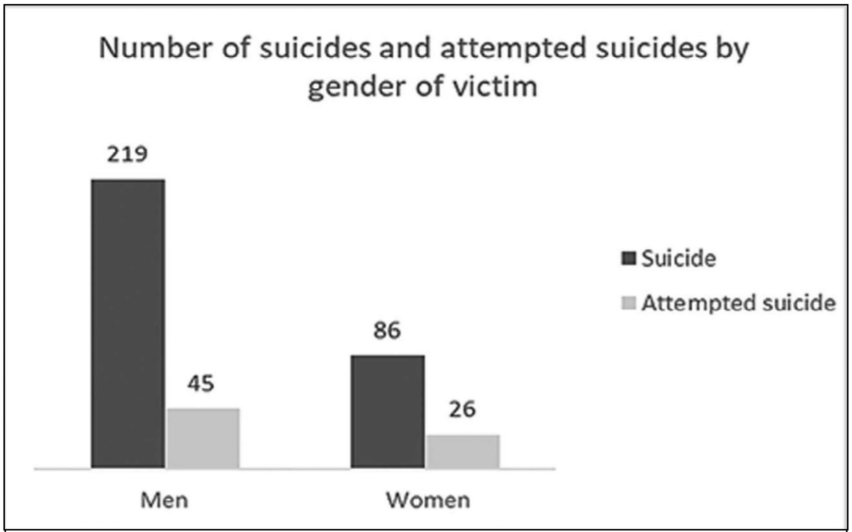

خاکہ۔7

☆ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ہندو متاثرین کی خودکشی کے تمام واقعات سندھ سے رپورٹ ہوئے، جو صوبے میں کل کیسز کا 20 فیصد سے زیادہ ہیں۔

☆☆☆

ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال میں سہولیات کا فقدان

وانا وانا کونسلرز اتحاد کے صدر صاحب خان وزیر نے اخباری بیان جاری کرتے ہوئے کہا کہ ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال وانا میں سہولیات کا فقدان برقرار ہے۔انہوں نے کہا کہ گزشتہ روز میرے بھتیجے کی گاڑی کا آکسیڈنٹ ہوا تھا اور اس کے پاؤں ٹوٹ گیا تھا،اور ہمیں علاج کیلئے وہاں لے گئے،لیکن بدقسمتی سے ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال وانا میں نہ ارتھوپیڈک سرجن تھا،اور نہ ہی ہسپتال میں ایکسرے مشین موجود تھے۔ڈاکٹروں کی عدم موجودگی کے باعث ہم نے وہاں سے پرائیویٹ ہسپتال لے گئے۔انہوں نے کہا کہ ہسپتال میں مریضوں کیلئے کوئی سہولت موجود نہیں، یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا۔افسوس کا مقام ہے کہ ضلع لوئر وزیرستان سب ڈویژن وانا کا سب سے بڑا ہسپتال سے ایمرجنسی کے وقت میں علاقہ مکین فائدہ نہیں اٹھا سکیں۔انہوں نے کہا کہ جب بھی کوئی مریض ان کے خلاف کوئی شکایت کرتے،تو ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال وانا کے ایم ایس فوراً تردیدی بیان جاری کرتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال وانا صرف عالیشان عمارت تک محدود ہے اور گراؤنڈ پر تا حال کوئی سہولت موجود نہیں، اور علاقائی مریضوں کو سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ہم نگران وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا اعظم خان، گورنر خیبر پختونخوا حاجی غلام علی، ڈپٹی کمشنر جنوبی وزیرستان لوئر سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کے خلاف فوری طور پر کارروائی کریں۔

(مسعود شاہ)

درہ آدم خیل: اسلحہ کی مارکیٹ میں لائبریری کا قیام

رانی عندلیب

خیبر پختونخوا کے علاقے درہ آدم خیل کا ذکر جب بھی لوگ کرتے ہیں تو ذہن میں ایک ہی خیال آتا ہے بندوق، اسلحہ سازی اور بارود کیونکہ درہ آدم خیل نہ صرف خیبر پختونخوا بلکہ پورے پاکستان میں اسلحہ کی تیاری اور فروخت کے حوالے سے مشہور ہے۔ اس کے علاوہ اک عام تاثر یہ بھی ہے کہ درہ آدم خیل کے مکین ان پڑھ، جھگڑالو اور تہذیب و تمدن سے محروم ہیں، یہ ساری باتیں لاعلمی کے سبب لوگ کرتے ہیں کیونکہ حقیقت اس کے برعکس ہے؛ یہاں وقت کے ساتھ ساتھ ہر چیز میں تبدیلی آتی رہی ہے اور اس کا ایک واضح ثبوت درہ آدم خیل میں اسلحہ کی مارکیٹ کے درمیان ایک لائبریری کا قیام ہے۔

لائبریری کے بانی درہ آدم خیل میں پیدا ہونے والے ہونہار راج محمد آفریدی ہیں جنہوں نے 2010 میں پشاور یونیورسٹی سے اردو میں ماسٹرز کیا اور 2019 میں قرطبہ یونیورسٹی سے ایم فل کیا، آج کل گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول تہکال بالا پشاور میں ایس ایس اردو کی پوسٹ پر تعینات ہیں اور قرطبہ یونیورسٹی پشاور سے پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔

اس کے علاوہ راج محمد چار کتابیں لکھ چکے ہیں؛ بچوں کے لیے بھی کتابیں لکھ رہے ہیں، سورج کی سیر، جس کا دوسرا ایڈیشن بھارت سے شائع ہوا ہے، انٹیک کار اور دوستی کرو تو اپنوں سے نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد سے شائع ہوئی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اردو افسانہ، ڈرامہ، کالم نگاری، تحقیق اور مضمون نگاری میں بھی طبع آزمائی کر رہے ہیں۔

راج محمد آفریدی کا سب سے اہم کام 2018 میں درہ آدم خیل جیسے علاقے میں لابریئری کا قیام عمل میں لانا ہے؛ یہ بہت اعزاز کی بات ہے کہ انہوں نے نہ صرف اپنے خرچے پر پرائیویٹ لائبریری قائم کی بلکہ ساتھ میں وہاں کے لوگوں کی سوچ کو بھی تبدیل کر دیا۔

یہ پرائیویٹ لابریئری درہ ادم خیل کے لوگوں کے لیے بہت مفید ثابت ہو رہی ہے جس سے ہر خاص و عام مستفید ہو رہا ہے، خواتین کے لیے پردے کا انتظام موجود ہے اور ساتھ میں انٹرنیٹ، ڈیجیٹل لائبریری، سی سی ٹی وی کا بندوبست بھی کیا گیا ہے۔

لائبریئری میں 4500 کے قریب کتابیں موجود ہیں جن میں شاعری، اردو ناول، انگریزی، اسلامک سٹڈیز، اقبالیات اور اس طرح کی دیگر کتب موجود ہیں۔

ٹی این این کے ساتھ گفتگو میں راج محمد آفریدی نے بتایا کہ ان کا خواب اس وقت پورا ہوتا دکھائی دیا جب 500 لوگوں نے لائبریری کی ممبرشپ حاصل کی جن میں 50 سے زائد خواتین بھی شامل ہیں اور بتدریج اس تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

لائبریری کے بانی درہ آدم خیل میں پیدا ہونے والے ہونہار راج محمد آفریدی ہیں جنہوں نے 2010 میں پشاور یونیورسٹی سے اردو میں ماسٹرز کیا اور 2019 میں قرطبہ یونیورسٹی سے ایم فل کیا، آج کل گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول تہکال بالا پشاور میں ایس ایس اردو کی پوسٹ پر تعینات ہیں اور قرطبہ یونیورسٹی پشاور سے پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ یہ لائبریری محض اک لائبریری نہیں بلکہ ایک تربیت گاہ بھی ہے جہاں کہانی گھر کا سلسلہ قائم کر کے بچوں کو کہانیاں سنانے کے ساتھ ساتھ ان کی کہانیاں سنی بھی جاتی ہیں، اس کے علاوہ مختلف تعلیمی و تربیتی سرگرمیوں کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا ہے۔

درہ بازار سے تعلق رکھنے والی اور لائبریری کے ہر فنکشن میں حصہ لینے والی ایمان نواز نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ درہ آدم خیل لائبریری کی صورت میں ہمیں ایک تربیت گاہ ملی ہے جہاں ہم کتابیں پڑھنے کے ساتھ ساتھ مختلف ایکٹیویٹیز میں بھی بھرپور حصہ لیتے ہیں۔

اسی طرح اخوروال سے تعلق رکھنے والی مناہل جہانگیر نے کہا کہ یہ لائبریری کسی نعمت سے کم نہیں، ہمیں یہاں ہر قسم کی کتابیں پڑھنے کو ملتی ہیں۔

رحیم کلی سے تعلق رکھنے والے آفاق نے کہا کہ درہ آدم خیل لائبریری میں بچوں کی ذہنیت کے مطابق مختلف کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے جہاں مجھ جیسے کافی بچے آ کر مستفید ہوتے ہیں۔

55 سالہ حاجی عرفان اللہ جو رضاکار کے طور پر درہ آدم خیل لائبریری کے انتظام کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں، انہوں نے کہا کہ ہمارے علاقے میں لائبریری کا ہونا نہایت خوش آئند ہے۔

اخوروال سے تعلق رکھنے والے ملک نواز نے کہا کہ اپنی چیئرمین شپ کے دوران میں نے اپنے علاقے میں مختلف پراجیکٹس کیے ہیں جن میں درہ آدم خیل لائبریری کے قیام میں کردار نبھانا بھی شامل ہے، اس پراجیکٹ پر میں انتہائی خوش ہوں۔

زرغن خیل سے تعلق رکھنے والے ملک نسیم جاوید نے کہا کہ مذکورہ لائبریری کے ساتھ ہر قسم کا تعاون پہلے بھی کیا ہے، آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔

بانی لائبریری راج محمد آفریدی نے کہا کہ میرا مشن ہے علاقے میں تعلیم عام کرنا اور خدا نے چاہا تو یہ سلسلہ یوں ہی جاری و ساری رہے گا۔

(بشکریہ ٹرائبل نیوز نیٹ ورک)

کوہاٹ میں کشتی رانی حادثے میں بچوں کی اموات

ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ (فروری 2023)

حادثے میں ڈوبنے والی کشتی جس سے پچاس سے زائد بچوں کی زندگی ضائع ہوئی

تعارف

29 جنوری 2023 کو، جنوبی خیبر پختونخوا کے ضلع کوہاٹ کے ٹانڈہ ڈیم میں ایک چھوٹی کشتی الٹ گئی، جس کے نتیجے میں ایک مقامی مدرسے کے 53 بچے اور اساتذہ ہلاک ہوئے۔ ہلاکتوں کے پیمانے کو دیکھتے ہوئے، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے 3 فروری 2023 کو وقوعے کے اسباب اور ذمہ داران کا پتہ لگانے کے لیے ایک فیکٹ فائنڈنگ مشن کا انعقاد کیا، اور کوہاٹ کے ضلعی کمشنر، ڈویژنل پولیس آفیسر (ڈی پی او)، محکمہ آبپاشی، مدرسے کے افراد اور متعدد مقامی باشندوں سے ملاقاتیں کیں۔ مشن میں ایچ آر سی پی کے وائس چیئرمین اکبر خان، صحافی شمس مہمند، وکیل جاوید خٹک اور ایچ آر سی پی کے عملے کے رُکن شاہد محمود شامل تھے۔

ٹانڈا ڈیم کنکریٹ سے بنا ڈیم ہے، جو ٹانڈہ کریک پر بنایا گیا ہے، جو کہ دریائے کوہاٹ توئی کا معاون دریا ہے۔ ڈیم کا بنیادی مقصد ارد گرد کی زرعی زمینوں کو آبپاشی کا پانی فراہم کرنا اور کوہاٹ اور اس کے آس پاس کے علاقوں کو پینے کے پانی کی فراہمی ہے۔ یہ 59 میٹر (194 فٹ) اونچا اور چوٹی پر 400 میٹر (1,312 فٹ) لمبا ہے۔ ڈیم میں تقریباً 40 ملین کیوبک میٹر پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش ہے۔

یہ ڈیم مقامی زراعت کو سہارا دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور کوہاٹ کی بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے پانی کا ایک قابل اعتماد ذریعہ ہے۔ یہ خطے کے لیے سیاحوں کی توجہ کا ایک بڑا مرکز بھی ہے، اور ماضی میں کشتی رانی اور ماہی گیری کے لیے استعمال ہوتا رہا ہے۔

مشن کی شرائط وضوابط

مشن کی شرائط ضوابط درج ذیل تھیں:

- ☆ واقعے کے بارے میں حقائق اور اس کے پیش آنے کی وجوہات کا پتہ لگانا، اور اس بات کا تعین کرنا کہ زندگی اور حفاظت کے حق کی خلاف ورزی کا ذمہ دار کون ہے۔
- ☆ یہ معلوم کرنا کہ کیا ڈیم میں کشتی چلانے کی اجازت تھی، اس کا منتظم اور نگران کون تھا، کشتی کے سائز اور حالت کے پیش نظر کیا حفاظتی احتیاطی تدابیر اختیار کی گئی تھیں اور اس میں زیادہ سے زیادہ کتنے لوگوں کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔
- ☆ ڈیم میں کشتی رانی کی اجازت تھی تو پھر اس کے انتظام میں مقامی انتظامیہ کے درمیان ہم آہنگی کی نوعیت کا اندازہ لگایا جائے۔
- ☆ یہ معلوم کرنا کہ آیا ڈیم پر سیکورٹی اہلکار موجود تھے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ کسی بھی قسم کی متعلقہ ہدایات پر سختی سے عمل کروا سکتے۔
- ☆ وقوعے پر انتظامیہ اور حکومت کے ردعمل کا اندازہ لگانا

فیکٹ فائنڈنگ کی مشق

ڈی پی او کوہاٹ سے ملاقات

مشن نے سب سے پہلے ڈی پی او کوہاٹ سے ملاقات کی، جنہوں نے مشن کو واقعے کی تازہ ترین پیش رفت سے آگاہ کیا۔ محکمہ آبپاشی کے افسران بشمول ایگزیکٹو انجینئر، سب ڈویژنل آفیسر اور سب انجینئر کے خلاف پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 322 / 34 کے تحت ابتدائی اطلاعاتی رپورٹ (ایف آئی آر) درج کی گئی تھی کیونکہ ڈیم کی حفاظت ان کی ذمہ داری ہے۔

انہوں نے کہا کہ ٹانڈہ ڈیم کے قریب چیک پوسٹ پر دو پولیس اہلکار ہر وقت تعینات رہتے ہیں تاہم انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ڈیم کی سیفٹی اور ڈیم کی سیکیورٹی میں نمایاں فرق ہے۔

ڈی پی او نے مشن کو مزید بتایا کہ ایک سال قبل محکمہ ماہی گیری کی جانب سے ڈیم پر تفریحی سرگرمیوں کا انتظام کرنے کے لیے ایک نجی پارٹی کو دیے گئے معاہدے کی میعاد ختم ہونے کے بعد ڈیم میں ماہی گیری، کشتی رانی اور تیراکی پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ 29 جنوری 2023 کو مدرسے کے 51 بچے ڈوب گئے تھے جن میں کپتان بھی شامل تھا۔ مشن کو معلوم ہوا کہ کہ مدرسہ کے مہتمم (مدرسہ کے سربراہ) کا نام ایف آئی آر میں شامل نہیں کیا گیا تھا، مگر ڈی پی او اس کا کوئی مناسب جواز پیش نہیں کر سکے۔ انہوں نے ایف آئی آر کی نقل فراہم کرنے سے بھی انکار کر دیا اور محکمہ آبپاشی کے افسران کو غفلت کا ذمہ دار ٹھہرایا۔

انہوں نے کہا کہ واقعہ کے دن صرف ایک کشتی دستیاب تھی جو مدرسے کے مہتمم کے برادر نسبتی کی تھی۔ ڈی پی او نے کہا کہ سیر و سیاحت کے لیے 74 بچے آئے تھے جن کی عمریں 7 سے 14 سال کے درمیان تھیں، اور بتایا کہ کشتی رانی کا پہلا دور، جس میں 16 بچے سوار تھے، بحفاظت اختتام پذیر ہوا۔ انہوں نے کہا کہ دوسرے سفر میں 57 بچے سوار تھے اور کشتی ڈیم کے وسط میں پہنچتے ہی الٹ گئی جب کشتی کا ایک ستون ٹوٹ گیا۔ جب مشن نے کشتی کا معائنہ کیا تو یہ واضح ہو گیا کہ یہ تقریباً 18 فٹ لمبی اور 7 فٹ چوڑی ہونے کی وجہ سے 57 بچوں کے بیٹھنے کے لیے خطرے سے خالی نہیں تھی۔

ڈی پی او نے مشن کو بتایا کہ قریبی ریسٹورنٹ کے ملازم

نے مدرسہ کی انتظامیہ کو واقعہ کی اطلاع دی اور انہوں نے ریسکیو 1122 کو اطلاع دی۔ اسی دوران مقامی لوگوں نے بچوں کو بچانے کی کوشش کی: مدرسہ کے استاد سمیت پانچ افراد کو بچا لیا گیا۔ تاہم، وہ ریسکیو آپریشن جاری نہ رکھ سکے کیونکہ پانی بہت ٹھنڈا تھا اور ان کے پاس مناسب سازوسامان نہیں تھا۔ ڈی پی او نے وضاحت کی کہ ریسکیو 1122 کے اہلکار 15-30 منٹ بعد موقع پر پہنچے اور 16 لاشیں نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ تاہم سازوسامان کی کمی کی وجہ سے وہ آگے نہ بڑھ سکے اور فوج سے مدد طلب کی۔ تقریباً ایک یا دو دن بعد چارسدہ، نوشہرہ اور مالاکنڈ سے ماہر غوطہ خوروں کو بھی آپریشن کے لیے بلایا گیا۔

ایک سوال کے جواب میں ڈی پی او نے کہا کہ اس معاملے میں کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ ان کے مطابق، فوج کی قیادت میں ریسکیو آپریشن تیسرے روز بھی جاری رہا، جس میں الخدمت فاؤنڈیشن کے رضاکاروں، کوہاٹ، مالاکنڈ، نوشہرہ اور بنوں کے پولیس اور سول حکام نے مدد کی۔ انہوں نے آخر میں کہا کہ جاں بحق ہونے والوں کی نماز جنازہ میر بشر خیل، سلیمان تالاب اور ٹانڈہ ٹاؤن میں ادا کی گئی۔

ڈپٹی کمشنر کوہاٹ سے ملاقات

مشن نے ڈپٹی کمشنر کوہاٹ سے بھی ملاقات کی تاکہ واقعے کے انتظامی پہلو کی تحقیقات کی جاسکیں۔ ان کے مطابق اس سے پہلے ڈیم میں ڈوبنے کا کوئی واقعہ رپورٹ نہیں ہوا۔ انہوں نے کہا کہ صرف نیشنل لاجسٹک سیل کو ٹانڈہ ڈیم پر تعمیراتی کام کے دوران کشتیاں استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ضلعی حکومت کے دفتر کو عید کے موقع پر یا تعطیلات میں لوگوں کے نہانے کی شکایات موصول ہوتی ہیں اور وہ کسی بھی ناخوشگوار واقعے سے بچنے کے لیے دفعہ 144 نافذ کرتے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر نے بتایا کہ ابتدائی طور پر مدرسہ انتظامیہ نے 35 بچوں کے ڈوبنے کی اطلاع دی تھی تاہم اصل تعداد زیادہ نکلی۔ مشن نے مدرسہ کا بھی دورہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ مہتمم نے غلط اعداد وشمار فراہم کیے تھے۔ ڈپٹی کمشنر نے بتایا کہ سرچ آپریشن میں سات ایمبولینسیں، چار کشتیاں، دو ریکوری گاڑیاں اور ریسکیو 1122 کے 40 سے زائد اہلکار حصہ لے رہے ہیں۔

ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ آخری بار شکایت محکمہ آبپاشی نے 2016 میں کی تھی اس کے بعد سے کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی۔ ڈی پی او نے ڈپٹی کمشنر کے موقف کو دہرایا۔ ڈی سی نے بتایا کہ ایک سال قبل ڈیم کے قریب ایک ریستوران قانونی طور پر کشتی رانی کا انتظام کر رہا تھا۔ تاہم، معاہدے کی میعاد ختم ہونے کے بعد، سرگرمی پر پابندی کے باوجود کشتیاں

: سائن بورڈ جن پہ لکھا ہے کہ کشتی رانی کی اجازت ہے؛ زندگی بچانے کے کوٹ پہننا ضروری ہے

وہاں موجود تھیں۔ انہوں نے کہا کہ مدرسے کے مہتمم نے یکطرفہ طور پر بچوں کو کشتی پر لے جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

محکمہ آبپاشی سے ملاقات

محکمہ آبپاشی کے ساتھ ملاقات کے وقت ایگزیکٹو انجینئر اور سب انجینئر سمیت عملہ کے افسران دفتر میں موجود نہیں تھے۔ ہیڈ کلرک نے مشن کو بتایا کہ وہ ڈیم کی جگہ پر ہونے والی بے ضابطگیوں کے بارے میں وقتاً فوقتاً ڈی سی کو خط لکھتے رہے ہیں۔ جب ان سے اس خط کی نقل مانگی گئی تو انہوں نے بتایا کہ یہ ایک کلرک کے پاس ہے جو اس دن چھٹی پر تھا۔

ہیڈ کلرک نے یہ بھی کہا کہ محکمہ کے پاس پولیس اور ڈپٹی کمشنر کے برعکس ڈیم میں کشتی رانی پر پابندی کو نافذ کرنے کا کوئی حقیقی اختیار نہیں ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس طرح کے واقعات کسی اور ڈیم میں نہیں ہوئے جو دوسرے اضلاع میں محکمہ آبپاشی کے دائرہ کار میں آئے۔

ڈیم کا دورہ

مشن نے متعلقہ اداروں سے ملاقاتوں کے بعد ڈیم کا دورہ کیا۔ ٹیم نے موقع پر موجود ریسکیو 1122 کے اہلکاروں سے واقعہ کے بارے میں تبادلہ خیال کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس وقت 53 لاشیں نکالی گئی تھیں جن میں سے آخری بڑی مشکل اور غوطہ خوروں کی مدد سے ملی تھی۔ مشن نے قریبی ریستوران کا بھی دورہ کیا جس کے ملازمین نے سب سے پہلے اس واقعے کو دیکھا اور خطرے کی گھنٹی بجائی۔ ان کا کہنا تھا کہ انہوں نے مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر ابتدائی کارروائی کی اور چار بچوں اور ایک ٹیچر کو بچانے میں کامیاب ہوئے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر ریسکیو 1122 کے اہلکار موقع پر پہنچ جاتے تو مزید بچوں کو بچایا جاسکتا تھا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ڈیم میں کشتی رانی کی سہولت کی

> مشن نے ڈپٹی کمشنر کوہاٹ سے بھی ملاقات کی تاکہ واقعے کے انتظامی پہلو کی تحقیقات کی جاسکیں۔ ان کے مطابق اس سے پہلے ڈیم میں ڈوبنے کا کوئی واقعہ رپورٹ نہیں ہوا۔ انہوں نے کہا کہ صرف نیشنل لاجسٹک سیل کو ٹانڈہ ڈیم پر تعمیراتی کام کے دوران کشتیاں استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ضلعی حکومت کے دفتر کو عید کے موقع پر یا تعطیلات میں لوگوں کے نہانے کی شکایات موصول ہوتی ہیں اور وہ کسی بھی ناخوشگوار واقعے سے بچنے کے لیے دفعہ 144 نافذ کرتے ہیں۔

تشہیر کرنے والے سائن بورڈز نصب تھے۔ ہوٹل کے مینجر سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے دعویٰ کیا کہ بورڈ دو سال پرانے ہیں اور ایک سال قبل پابندی کے بعد سے یہ بند ہو چکے ہیں۔ عملے نے ٹیم کو مذکورہ واقعہ میں استعمال ہونے والی کشتی بھی دکھائی۔

مدرسہ کا دورہ

مدرسہ عربیہ اسلامیہ ڈیم سے تقریباً 3 کلومیٹر کے فاصلے پر میر بش خیل، سلیمان تالاب نامی گاؤں میں واقع ہے، جس میں 192 بچے داخل تھے۔ مشن مہتمم سے ملنے میں کامیاب نہ ہوسکا تھا کیونکہ وہ متاثرین کی آخری رسومات کے انتظامات میں مصروف تھے۔ مہتمم کے بھائی نے ٹیم کو بتایا کہ اس کے اپنے دو بچوں سمیت ان کے خاندان کے سات بچے ڈوب گئے ہیں۔ کپتان بھی مہتمم کا بہنوئی تھا۔

مشن نے ان سے پوچھا کہ اتنی چھوٹی کشتی میں 57 بچوں کو کیوں رکھا گیا؟ پہلے تو ان کے پاس کوئی جواز نہیں تھا۔

بعدازاں انہوں نے کہا کہ مہتمم نے کہا تھا کہ 'اللہ کی قدرت سے کشتی بچوں کے لیے بڑی ہوگئی ہے لیکن یہ حادثہ اٹل تھا۔' جب انھیں یہ حقیقت یاد دلائی گئی کہ ڈیم میں کشتی چلانے پر پابندی ہے تو انھوں نے ابتدائی طور پر کہا۔ کہ، اگر اس علاقے میں پانی کا ذخیرہ ہے تو وہاں کشتی رانی کی اجازت دی جائے، لیکن بعد میں بظاہر بے چین ہوگئے اور سوالات لینے سے گریز کیا۔ چونکہ وہ جنازے کے انتظامات میں بھی مصروف تھے، اس لیے ایچ آر سی پی مشن ان سے کوئی حتمی جواب حاصل نہ کر سکا۔

مشن کے اختتام کے بعد، ٹیم مہتمم سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہوگئی جنہوں نے ہمیں بتایا کہ مدرسہ کے بچوں کو تفریحی سرگرمی کے طور پر اور تعلیمی کامیابیوں کا جشن منانے کے لیے پچھلے کچھ سالوں سے باقاعدگی سے بغیر کسی مسئلے کے کشتی رانی کے لیے لے جایا جاتا ہے۔ انہوں نے واقعے پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس سانحے میں ان کا اپنا خاندان آٹھ بچوں سے محروم ہوگیا ہے۔

ایچ آر سی پی کی ٹیم نے مدرسہ کے مہتمم کا انٹرویو کیا

محکمہ آبپاشی کے اہلکاروں سے ملاقات

نتیجہ اور مشاہدات

☆ اگرچہ واقعہ کی ذمہ داری مہتمم، ڈی سی، محکمہ آبپاشی اور ڈی پی او پر مشترکہ طور پر عائد ہوتی ہے، لیکن مذکورہ بالا نتائج کے پیش نظر مشن حتمی طور پر کسی کو قصوروار ثابت نہیں کر سکا۔

☆ ضلعی انتظامیہ، پولیس اور محکمہ آبپاشی اور ماہی گیری سمیت مختلف اداروں کے درمیان ہم آہنگی کا شدید فقدان تھا۔

☆ ڈیم کو شدید طور پر نظرانداز کیا گیا ہے اور اس کی دیکھ بھال ناقص ہے۔

☆ دو پولیس اہلکاروں اور محکمہ آبپاشی کے چوکیدار کے علاوہ کسی افسر نے معمول کے مطابق ڈیم کا معائنہ نہیں کیا۔ اس کی نشاندہی اس حقیقت سے بھی ہوئی تھی کہ انہوں نے کسی کو کشتی رانی سے روکنے یا مقامی ریستوران کی طرف سے لگائے گئے سائن بورڈ کو ہٹانے کا دعویٰ نہیں کیا جو اشارہ کرتا تھا کہ کشتی رانی کی سہولت موجود تھی۔

☆ ڈیم پر غیر قانونی طور پر کشتی رانی جاری تھی۔ مقامی لوگوں نے دعویٰ کیا کہ آج کل وہاں کشتی رانی نہیں ہے تاہم متاثرہ کشتی کے علاوہ وہاں سے ایک دو پرانی کشتیاں بھی ملی ہیں۔ 2013 میں، ڈپٹی کمشنر کی طرف سے محکمہ آبپاشی کو ایک خط لکھا گیا تھا جس میں انہیں ہدایت کی گئی تھی کہ وہ کشتی رانی کی سرگرمیوں کو منظم کرنے کے لیے ریستوران کو ایک عدم اعتراض سرٹیفکیٹ (این او سی) جاری کریں۔ ریستوران انتظامیہ کئی سالوں تک اسی سفارشی خط کے ذریعے عوام کو کشتی رانی کی سہولت فراہم کرتی رہی۔

☆ محکمہ آبپاشی کے چوکیداروں اور وہاں تعینات پولیس اہلکاروں نے اپنی بے بسی کا اظہار کیا، کیونکہ ان کے پاس لوگوں کو ڈیم میں نہانے یا کشتی رانی سے منع کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ وہ صرف اس کے خلاف مشورہ دے سکتے ہیں۔- ایچ آر سی پی کی ٹیم نے ڈیم میں کشتی رانی یا تیراکی کے خلاف لوگوں کو خبردار کرنے والا کوئی نشان نہیں دیکھا۔

☆ ٹیم کے ارکان کو مقامی لوگوں نے بتایا کہ کپتان صرف ایندھن بچانے اور دوسرے سفر سے بچنے کے لیے اتنے سارے بچوں کو ایک ساتھ کشتی میں لے گیا۔

سفارشات

☆ ہلاکتوں کے پیمانے کو دیکھتے ہوئے، ایک اعلیٰ سطحی مشترکہ تحقیقاتی ٹیم تشکیل دی جانی چاہیے جو واقعے کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرے، قصوروار کا تعین کرے اور ذمہ داروں کے خلاف مؤثر قانونی کارروائی کرے۔

☆ محکمہ آبپاشی، ضلعی انتظامیہ اور مقامی پولیس کے درمیان بہتر ہم آہنگی کی ضرورت ہے، واضح طور پر بیان کردہ ذمہ داریوں کے ساتھ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ تمام متعلقہ حکام کشتی رانی پر پابندی کو نافذ کرنے کے لیے مل کر کام کریں۔

☆ ڈیم کے قریب سائن بورڈ نصب کیے جائیں جو کشتی رانی اور تیراکی پر پابندی کا اعلان کریں، اور لوگوں کو خبردار کریں کہ اگر وہ اس اصول کو نظرانداز کرتے ہیں تو اس کے نتائج ہوں گے۔

☆ جو لوگ کشتی رانی اور ماہی گیری پر پابندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پائے گئے انہیں مناسب سزا دی جانی چاہیے۔ سائن بورڈز پر واضح طور پر ایسا کرنے کی سزا کی نشاندہی ہونی چاہیے۔

☆ اسی دوران، ایسے واقعات پر فوری ردعمل کو یقینی بنانے کے لیے ہنگامی خدمات کو بہتر بنایا جانا چاہیے۔

معلومات تک رسائی کا حق

اسرار الدین اسرار

> شہریوں کا معلومات تک رسائی کے حق کے ساتھ دیگر کئی حقوق جڑے ہوئے ہیں۔ چونکہ شہری ریاست کو ٹیکس دیتے ہیں اس کے بدلے میں وہ ریاست سے اپنے بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کا تقاضا کرتے ہیں جن کو ریاست کی بنیادی زمہ داریوں کی فہرست میں اولین قرار دیا جاتا ہے۔ معلومات تک رسائی کا حق ملنے کے بعد شہری براہ راست رہاست کے تمام امور سے متعلق آگاہ رہ سکتے ہیں۔ ایک شہری اپنے ٹیکس کے پیسوں کے استعمال سے لیکر سرکاری ملازمتوں میں بھرتیوں اور ان ملازمین کی کارکردگی، تمام ترقیاتی سکیموں، غیر ترقیاتی اخراجات، مردم شماری سمیت ہر طرح کے ریکارڈ کی معلومات حاصل کرنے کا پورا حق رکھتا ہے۔ اس انسانی حق کی اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہے کیونکہ اس سے جہاں احتساب اور شفافیت کو یقینی بنانے میں مدد ملتی ہے وہاں کرپشن اور اختیارات کے ناجائز استعمال کے ناسور کو ختم کرنے کے علاوہ تحقیق، تفتیش، پالیسیاں مرتب کرنے، ریورٹس تیار کرنے کے علاوہ سول سوسائٹی کی طرف سے حکومت کی راہنمائی میں بھی مدد ملتی ہے۔

معلومات تک رسائی ہر شہری کا بنیادی انسانی حق ہے۔ اس حق کو بین الاقوامی انسانی حقوق کے معیارات میں خاص اہمیت دی گئی ہے۔ انسانی حقوق کے عالمی منشور کی شق نمبر 19 اس حق کے بارے میں ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ معلومات تک رسائی ہر شہری کا بنیادی انسانی حق ہے۔ انسانی حقوق کے شہری و سیاسی حقوق کے عالمی کنونشن کا آٹیکل 19 اس کو بنیادی انسانی حقوق کی فہرست میں شامل کرتا اور اقوام متحدہ کے رکن ممالک پر زور دیتا ہے کہ وہ اس حق کی پاسداری کو یقینی بنائیں گے۔

شہریوں کا معلومات تک رسائی کے حق کے ساتھ دیگر کئی حقوق جڑے ہوئے ہیں۔ چونکہ شہری ریاست کو ٹیکس دیتے ہیں اس کے بدلے میں وہ ریاست سے اپنے بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کا تقاضا کرتے ہیں جن کو ریاست کی بنیادی ذمہ داریوں کی فہرست میں اولین قرار دیا جاتا ہے۔ معلومات تک رسائی کا حق ملنے کے بعد شہری براہ راست رہاست کے تمام امور سے متعلق آگاہ رہ سکتے ہیں۔ ایک شہری اپنے ٹیکس کے پیسوں کے استعمال سے لیکر سرکاری ملازمتوں میں بھرتیوں اور ان ملازمین کی کارکردگی، تمام ترقیاتی سکیموں، غیر ترقیاتی اخراجات، مردم شماری سمیت ہر طرح کے ریکارڈ کی معلومات حاصل کرنے کا پورا حق رکھتا ہے۔ اس انسانی حق کی اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہے کیونکہ اس سے جہاں احتساب اور شفافیت کو یقینی بنانے میں مدد ملتی ہے وہاں کرپشن اور اختیارات کے ناجائز استعمال کے ناسور کو ختم کرنے کے علاوہ تحقیق، تفتیش، پالیسیاں مرتب کرنے، ریورٹس تیار کرنے کے علاوہ سول سوسائٹی کی طرف سے حکومت کی راہنمائی میں بھی مدد ملتی ہے۔ مجموعی طور پر معلومات تک رسائی کا حق عام شہریوں کو زیادہ با اختیار اور اس قابل بناتا ہے کہ وہ امور مملکت کی انجام دہی سے آگاہ رہیں، اس پر رائے زنی یا تنقید کرسکیں اور اس کی بہتری میں اپنا حصہ ڈال سکیں۔ معلومات تک رسائی کے حق کے بہتر استعمال سے گورننس بہتر ہوسکتی ہے۔ اس حق کے ملنے کے بعد شہریوں کے دیگر کئی حقوق جو آئین میں درج ہیں ان کا دفاع آسانی سے ممکن بنایا جاسکتا ہے کیونکہ جب حکومت کے امور سے متعلق شہریوں کو معلومات ہوں گی تو وہ اس سے متعلق ہر فورم اور ہر سطح پر بات کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی گاوں میں کوئی سکول یا ڈسپنسری ہے تو وہاں کے باسیوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس سے متعلق مکمل تفصیلات رکھیں۔ ان کے علم میں ہونا چاہئے کہ اس گاوں کی ڈسپنسری کا کل بجٹ کتنا ہے، کتنی دوائیاں مفت فراہم کرنے کے لئے ہیں، کتنے ملازم ہیں اور ان پر کتنا خرچہ اٹھتا ہے۔ یہ قانون گاوں سے تحصیل، ضلع، صوبہ اور ملکی سطح کے تمام سرکاری محکموں اور تمام افسر شاہی تک سب کے لئے یکساں نافذ العمل بنایا جاسکتا ہے۔ معلومات تک رسائی کا حق میڈیا کو بھی آزاد اور طاقتور بناتا ہے تاکہ وہ درست معلومات شہریوں تک پہنچا سکیں، بے آوازوں کی آواز بنیں اور حکومت کی کارکردگی پر تبصرہ کرنے اور بہتر تجاویز دینے کے قابل ہوسکے۔ جس سے جمہوریت اور نظامِ انصاف کو بہتر کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

دنیا کے 120 سے زائد ممالک معلومات تک رسائی کے اس بنیادی انسانی حق کو تسلیم کر چکے ہیں جبکہ کئی ممالک یہ معلومات شہریوں کی درخواست پر فراہم کرنے کی بجائے پہلے سے ہی پبلک کر چکے ہوتے ہیں۔ ان ممالک میں شہریوں کو معلومات فراہم کرنے کے لئے بہتر قوانین اور پالیسیاں مرتب کی گ ءہیں، جہاں ہر ادارہ یا محکمہ اپنی مکمل معلومات اپنی ویب سائٹ پر بروقت فراہم کرتا رہتا ہے۔

پاکستان کے آئین کی شق نمبر 19 الف میں شہریوں کو معلومات تک رسائی کے حق کی گرنٹی دی گئی ہے۔ جس کے تحت وفاق میں 2017 میں اس پر قانون سازی کی گئی ہے جبکہ سندھ، بلوچستان، پنجاب اور کے پی نے مختلف اوقات میں اس کے اوپر قانون سازی کی اور انفارمیشن کمیشن کا قیام عمل میں لایا ہے۔ گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر اس قانون سازی سے تاحال محروم ہیں حالانکہ گلگت بلتستان گورننس آرڈر 2018 کی شق نمبر 20 شہریوں کے اس بنیادی انسانی حق کی گرنٹی فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح آزاد جموں اینڈ کشمیر کے عبوری آئین کی شق نمبر 22 اس حق کی گرنٹی دیتی ہے۔ ان دونوں انتظامی اکائیوں کی سول سوسائٹی، صحافی اور وکلاء کا دیرینہ مطالبہ رہا ہے کہ ملک کے دیگر صوبوں کی طرح یہاں پر بھی معلومات تک رسائی کے حق پر باضابطہ قانون سازی کر کے اس پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔

صوبوں اور وفاق میں جو قانون سازی اس ضمن میں کی گئی ہے اس پر عملدرآمد بھی درست انداز میں نہیں ہورہا۔ کیونکہ شہریوں کی اکثریت اپنے اس بنیادی انسانی حق کے استعمال سے متعلق جانکاری نہیں رکھتی۔ اگر شہری معلومات تک رسائی کے اپنے بنیادی انسانی حق کا درست اور بروقت استعمال کرنے کے سلسلے کو تیز کریں گے تو ملک میں گورننس، احتساب، شفافیت سمیت کرپشن اور اختیارات کے ناجائز استعمال جیسی بیماریوں کا تدارک ممکن ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ملک میں ایسا قانون بنایا جائے جس میں تمام محکمے روزانہ کی بنیاد پر اپنی معلومات اپنی ویب سائٹ پر فراہم کریں۔ اب وقت آیا ہے کہ معلومات تک رسائی کو آسانی سے آسان بنایا جائے۔ معلومات کی رسائی درخواست سے مشروط نہ ہو۔ معلومات کو حساس اور غیر حساس کی کیٹیگری میں بھی رکھا جاسکتا ہے۔ غیر حساس معلومات ویب سائٹ پر ہر وقت اور ہر ایک کے لئے قابلِ رسائی بنائی جاسکتی ہیں جبکہ حساس معلومات کو درخواست سے مشروط کیا جا سکتا ہے۔ یوں احتساب اور شفافیت کے عمل میں براہ راست عوام کو شامل کر کے ان کے بنیادی حقوق، گورننس اور جمہوریت کے تحفظ کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں قانون بنانے کے علاوہ عوام کو اس قانون سے متعلق آگاہی دئے بغیر اس کو ثمر آور نہیں بنایا جاسکتا۔ اس لئے معلومات تک رسائی کے حق کو نصاب کا حصہ بنانا چاہئے۔

افغان پناہ گزینوں کے خلاف پاکستان کے کریک ڈاؤن میں چار ہلاک اور ہزاروں کی تعداد میں قید

شاہ میر بلوچ

کراچی میں پناہ کے طلب گار افراد نے بتایا کہ وہ طالبان کے حوالے کیے جانے کے خوف اور پاکستانی جیلوں میں قید ہونے پر مایوسی کا شکار ہیں

مبینہ طور پر پاکستانی جیلوں میں پناہ گزینوں کی موت واقع ہو رہی ہے، اور بچوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے اور انہیں رسیوں سے باندھا جا رہا ہے، اور طالبان کے اقتدار سنبھالنے کے بعد سے سرحد پار کرنے والے لاکھوں افغانوں میں نظر بندیوں اور ملک بدری کی لہر سے خوف پھیل گیا ہے۔

زیرحراست افغانوں کی نمائندگی کرنے والے وکلاء کے مطابق، حراست میں کم از کم چار افراد ہلاک ہو چکے ہیں، اور ہزاروں بچوں سمیت جیلوں میں بند ہیں کیونکہ پاکستان افغان شہریوں کے خلاف اپنا موقف سخت کر رہا ہے۔

کراچی میں مقیم انسانی حقوق کی ایک وکیل، مونیزا کاکڑ جو افغانوں کو پاکستان سے نکالے جانے کی کوششوں کے خلاف جدوجہد کر رہی ہیں، کو روکنے کے لیے لڑ رہی ہیں، کے مطابق، حراست میں سب سے حالیہ موت ایک 50 سالہ افغان شخص کی تھی جسے ہسپتال میں علاج دینے سے انکار کر دیا گیا تھا جب وہ اپنا مقدمہ سننے کے لیے جج کا انتظار کر رہا تھا۔ پناہ گزینوں اور پناہ گزینوں کو افغانستان ڈی پورٹ کیا جا رہا ہے۔

کاکڑ نے دعویٰ کیا کہ زیرحراست دیگر افغانوں کے ساتھ بدسلوکی کی جا رہی ہے، اور ان کے مقدمات کے لیے تفویض کردہ ججوں کے ذریعے عدالتی عمل کو درست طریقے سے نہیں چلایا جا رہا ہے۔ سوشل میڈیا پر ایسی تصاویر سامنے آئی ہیں جن میں کراچی میں پناہ گزین بچوں کو پولیس کی جانب سے رسیوں سے باندھ کر دکھایا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کریک ڈاؤن میں رجسٹرڈ اور غیر رجسٹرڈ افغانوں کو نقصان کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ صرف کراچی اور صوبہ سندھ کی جیلوں میں 800 سے زائد افغان قید ہیں اور کم از کم 1,100 کو ملک بدر کر دیا گیا ہے جن کے پاس کوئی دستاویزات نہیں تھیں۔

اس ہفتے کے شروع میں، گارڈین نے کراچی میں ملک بدری کی سماعت میں شرکت کی اور درجنوں افغان مہاجرین اور پناہ کے متلاشیوں کو تنگ سیلوں میں قید ہوتے دیکھا جہاں وہ اپنی عدالتی سماعت کا انتظار کر رہے تھے۔

ایک نوجوان ماں عائشہ بشیر کو ان کی پانچ سالہ بیٹی کے ساتھ ایک کوٹھڑی میں رکھا جا رہا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ تین ماہ تک حراست میں رہیں، شمال مغربی پاکستان میں سرحد عبور کرنے اور متعدد اسقاطِ حمل کے بعد ایک ماہر امراض چشم سے مشورہ کرنے کراچی جانے کے بعد۔

"ہم ایک بس میں 20 سے زیادہ لوگ سوار تھے،'' انہوں نے کہا۔ "ہمارے کراچی میں داخل ہونے سے پہلے، پولیس نے سرحد سے ملحقہ قصبے حب میں بس کو روکا۔ انہوں نے ہم سے ویزا یا شناختی کارڈ مانگا لیکن ہمارے پاس کچھ نہیں تھا۔

اس ہفتے ملک بدری کی سماعت سے قبل عائشہ بشیر اپنی پانچ سالہ بیٹی کے ساتھ کراچی سیل میں۔ بشیر کا کہنا ہے کہ انہیں تین ماہ سے نظر بند کیا گیا ہے۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے افغان مہاجرین کے ساتھ ناروا سلوک کی مذمت کرتے ہوئے حکام سے باضابطہ عدالتی عمل کی پیروی کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ کمیشن نے ایک بیان میں کہا: "حکومت کو اپنی تحویل میں تمام افغان خواتین اور بچوں کی ذمہ داری قبول کرنی چاہیے اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ انہیں قانونی مشاورت تک فوری رسائی دی جائے۔ اسے ان قیدیوں کی حالت زار کو اجاگر کرنے کی کوشش کرنے والے انسانی حقوق کے محافظوں کو ڈرانے دھمکانے کے ذمہ دار کو بھی جوابدہ ٹھہرانا ہوگا۔"

جبکہ پاکستانی حکام کا دعویٰ ہے کہ وہ صرف غیر قانونی طریقے سے داخل ہونے والے افغانوں کو حراست میں لے رہے ہیں، کاکڑ نے کہا کہ یو این ایچ سی آر کے پناہ گزینوں کا سرکاری درجہ رکھنے والوں کو بھی گرفتار کر کے حراست میں لیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پناہ گزینوں کی حیثیت رکھنے والے 450 سے زائد افغانوں کو بھی گرفتار کیا جا چکا ہے۔

اگست 2021 میں طالبان کے اقتدار پر قبضے کے بعد سے تقریباً 250,000 افغان پاکستان پہنچ چکے ہیں۔ پچھلے موسم گرما میں، پاکستان نے غیر رجسٹرڈ تارکین وطن کو سرحد پار واپس بھیجنے کا پروگرام شروع کیا۔ اس کے بعد سے، گرفتاریوں اور ملک بدری میں اضافہ ہوا ہے جب کہ جنوری میں صرف تین دنوں میں مبینہ طور پر 600 سے زائد افغانوں کو ملک بدر کیا گیا، اور ہزاروں کو حراست میں لیا گیا۔ گزشتہ چند ہفتوں میں، افغانوں کو نشانہ بنانے کے واقعات میں شدید اضافہ ہوا ہے، چاہے ان کی قانونی حیثیت کچھ بھی ہو۔ سیکیورٹی سروسز کے متعدد ذرائع کا کہنا ہے کہ اس کا تعلق پاکستانی طالبان کے پرتشدد حملوں میں اضافے سے ہے، حکام کی جانب سے یہ الزامات بھی سامنے آئے ہیں کہ طالبان پاکستانی عسکریت پسندوں کو محفوظ پناہ گاہیں فراہم کر رہے ہیں۔

ذرائع نے بتایا کہ افغان پناہ گزینوں کے پاکستانی طالبان اور دیگر عسکریت پسند گروپوں سے روابط کا شبہ ہے۔ ایک سیکورٹی اہلکار نے، اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر کہا: "افغان مہاجرین آسانی سے نقل مکانی کر سکتے ہیں، اور ان کے پاس شناخت نہیں ہے۔ اس لیے وہ عسکریت پسندی میں استعمال ہوتے ہیں۔

پاکستان میں جلاوطن افغانوں نے، جنہوں نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر گارڈین سے بات کی، کہا کہ وہ اب اپنی جانوں کے لیے مسلسل خوف میں رہتے ہیں، شاذ و نادر ہی اپنا گھر چھوڑتے ہیں۔ ایک 45 سالہ افغان سرجن سلیمہ نے کہا: ''ہمارے پاس کوئی ملازمت نہیں، آمدنی نہیں، میرے بچے اسکول سے باہر ہیں، اور ہمیں اپنے ویزوں کی تجدید کے لیے بھاری فیسیں ادا کرنی پڑتی ہیں۔'' سلیمہ کو افغانستان میں مسلسل دھمکیوں کا سامنا تھا، انہوں نے کہا کہ نہ صرف طالبان بلکہ دیگر جرائم پیشہ گروہوں کی طرف سے بھی۔ "ایک دن، مسلح افراد نے میرے بچے کو اغوا کرنے کی کوشش کی۔ ہم بمشکل زندہ بچے تھے۔"

وہ اور ان کا خاندان قانونی طور پر پاکستان میں داخل ہوا تھا لیکن اب افغان خاندانوں کی بڑھتی ہوئی پکڑ دھکڑ اور بڑے پیمانے پر حراستوں سے خوفزدہ ہے۔ وہ گرفتار ہو کر طالبان کے پاس واپس بھیجے جانے سے خوفزدہ ہیں۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ دی گارڈن)

بدامنی کے خلاف احتجاج

جمرود جمرود،غنڈی چھوٹا نہر کے قریب فائرنگ کا واقعہ مقامی افراد کا ایف سی اہلکاروں کے خلاف احتجاجی دھرنا غنڈی روڈ کو ہر قسم ٹریفک کے لیے بند کر دیا گیا۔احتجاجی مظاہرے میں قومی مشر ملک نصیر احمد کوکی خیل، زینا گل مستال خیل ، جماعت اسلامی کے زرغون شاہ آفریدی، پی ٹی آئی کے صدیق آفریدی، چیئرمین نسبت علی افریدی، چیئرمین شیر علی افریدی، جمعیت علماء اسلام کے رہنما حاجی محمد کریم آفریدی، کونسلر محمد فاروق آفریدی، تنظیم نوجوانانِ کوکی خیل کے محمد عرفان کوکی خیل، عبدالجلیل افریدی، ثناء اللہ کوکی خیل و دیگر نے کہا کہ چیک پوسٹوں پر فائرنگ کا سلسلہ تھم نہ سکا اس لیے واقعہ میں جاں بحق افراد کے ورثاء کو انصاف فراہم کر کے واقعے میں ملوث اہلکاروں کو قانونی سزادی جائے اور مستقبل میں ایسے واقعات کی روک تھام کیلئے خصوصی اقدامات اٹھائی جائے۔ (منظور آفریدی)

دو اشخاص کا قتل

چنیوٹ ابتدائی اطلاعات کے مطابق فاروق ولد محمد اقبال عمر 35 سال اور محمد اویس ولد فاروق معظم شاہ کو تیز دھار آلے سے قتل کیا گیا۔ اطلاع ملنے پر سینئر پولیس افسران موقعہ پر پہنچ گئے ہیں اور تحقیق کا عمل جاری ہے۔جائے وقوعہ سے شواہد وغیرہ اکٹھے کئے جا رہے ہیں۔حسب ضابطہ کارروائی عمل میں لائی جا رہی ہے۔ڈی پی او چنیوٹ وسیم ریاض خان کا واقعہ کا نوٹس، ملزمان کو جلد گرفتار کرنے کی ہدایات جاری۔ واقعہ 20 فروری کو پیش آیا تھا۔ (سیف علی خان)

کشتی حادثے میں پاکستانی تارکین وطن سمیت 59 افراد ہلاک

اٹلی اٹلی میں مختلف ممالک سے تارکین وطن کو لانے والی کشتی چٹانوں سے ٹکرا گئی جس کے نتیجے میں چند بچوں سمیت 59 افراد ہلاک ہوگئے۔ڈان اخبار میں شائع خبر رساں ادارے 'رائٹرز' کی رپورٹ کے مطابق یہ بحری جہاز کئی روز قبل پاکستان، افغانستان، ایران اور کئی دیگر ممالک کے تارکین وطن کے ساتھ ترکی سے روانہ ہوا تھا اور اٹلی کے علاقے کلابیریا میں جنوبی ساحل کے قریب طوفانی موسم میں گھر کر تباہ ہوگیا۔اٹلی کے صوبے کروٹون کے میئر ونسنز وووس نے 59 ہلاکتوں کی تصدیق کی ہے جبکہ عہدیدار صوبائی حکومت مانویلا کررا کے مطابق حادثے میں 81 افراد زندہ بچ گئے ہیں، جن میں سے 22 کو ہسپتال منتقل کر دیا گیا ہے۔مانویلا کررا نے کہا کہ یہ کشتی 3 یا 4 روز قبل مشرقی ترکی میں ازمیر سے روانہ ہوئی تھی، زندہ بچ جانے والوں نے بتایا کہ جہاز میں 140 سے 150 افراد سوار تھے۔انہوں نے کہا کہ زندہ بچ جانے والوں میں زیادہ تر کا تعلق افغانستان سے ہے، ان میں کچھ پاکستانی اور ایک جوڑا بھی شامل ہے جن کا تعلق صومالیہ سے ہے، مرنے والوں کی قومیتوں کی شناخت مشکل ہے۔گارڈیا دی فنانزا کسٹم پولیس نے بتایا کہ زندہ بچ جانے والے ایک شخص کو تارکین وطن کی اسمگلنگ کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا ہے۔اطالوی ریڈ کراس کے ایک عہدیدار نے کہا کہ کشتی پر سوار بہت کم بچے زندہ بچ سکے ہیں۔اٹلی کے صدر سرجیو ماتاریلا نے کہا کہ ان میں سے اکثر تارکین وطن افغانستان اور ایران سے آئے تھے، جو انتہائی مشکل حالات سے فرار چاہ رہے تھے۔اٹلی کی وزیر اعظم جارجیا میلونی نے تارکین وطن کی کشتی کے حادثے پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان کی حکومت مزید سانحات کو روکنے کے لیے غیر قانونی سمندری ہجرت روکنے کے لیے پرعزم ہے۔ایک علیحدہ بیان میں اطالوی وزیر داخلہ ماتیو پیانٹیڈوسی نے کہا کہ سمندری گذرگاہوں کے ذریعے تارکین وطن کی آمد کو روکنا ضروری ہے، انسانی اسمگلر انہیں یورپ میں بہتر زندگی کے گمراہ کن وعدوں کے ساتھ لے آتے ہیں اور اس طرح کے سانحات کا سبب بنتے ہیں۔ارجنٹائن میں اطالوی تارکین وطن کے بیٹے اور تارکین وطن کے حقوق کے لیے ایک طویل عرصے سے آواز اٹھانے والے پوپ فرانسس نے کہا کہ وہ حادثے کا شکار کشتی کے ملبے میں لاپتا تمام لوگوں کے لیے دعا گو ہیں۔

مانویلا کررا نے کہا کہ یہ کشتی 3 یا 4 روز قبل مشرقی ترکی میں ازمیر سے روانہ ہوئی تھی

(بشکریہ ڈان اردو)

کالج میں تعلیم کی سہولیات میسر کی جائیں

خیبر پچھلے کئی سالوں سے اپنے کالج کے مسائل کے حل کیلئے ہر متعلقہ دفتر جا رہے ہیں لیکن ہمارے کالج کے مسائل حل نہ ہو سکے۔ کالج میں پرنسپل نہیں، لیبارٹری نہیں، لیکچرر سٹاف نہیں، سپورٹس سامان سمیت ٹرانسپورٹ بلکہ تمام تر سہولیات سے محروم گورنمنٹ کو ہی شیر حیدر کالج کے طلباء مجبور ہو کر کئی دفعہ احتجاج پر مجبور ہو گئے۔ان خیالات کا اظہار گورنمنٹ ڈگری کالج کو ہی شیر حیدر کے درجنوں طلباء نے باڑہ پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کرتے ہوئے کیا۔انہوں نے کہا کہ سابق صوبائی حکومت کی تعلیم کے حوالے سے ایمرجنسی کے باتیں ہوا میں بلبلے ثابت ہوئے ہیں، کالج طلباء کے مسائل پورے نہ ہونے پر ہم مجبور ہو کر سڑکوں پر آئے ہیں کیونکہ ہمارا برداشت ختم ہوئی اب مسائل کے حل کیلئے ہم آئینی و قانونی آپشن استعمال کریں گے ہم برائے نام کالج آتے جاتے ہیں، جہاں پر طلباء کیلئے کوئی سہولت نہیں ہیں۔طلباء نے مزید کہا کہ سرکاری سکالرشپ کو ختم کرنا طلباء کے ساتھ زیادتی ہے گزشتہ حکومت نے ہمارے سکالرشپ کو ختم کیا جس کے بحالی کا بھی مطالبہ کرتے ہیں۔انہوں نے ڈپٹی چیئرمین سینیٹ اور حال ہی میں مستعفی ہونے والے نمائندوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ انہوں نے طلباء کے مسائل حل کے حوالے سے کچھ نہیں کیا ہے جو افسوسناک ہے یہاں کالجوں میں ہمارے مسائل بڑھ گئے ہیں انکے حل کا پرزور مطالبہ کرتے ہیں۔

(مسعود شاہ)

پسند کی شادی کی رنجش پر جھگڑا

اوکاڑہ شیر گڑھ کے نواحی موضع 23/ون اے ایل کے گورنمنٹ پرائمری سکول میں خاتون ٹیچر/ ہیڈ مسٹرس مسماۃ رخسانہ باقر جو کہ پسند شادی کرنیوالے بہاول شیر کی والدہ ہے کولڑکی عمارہ کے عزیز واقارب محمد احمد، فہد احمد، خضر بشیر، صدی احمد، محمد ظفر، عارف علی وغیرہ نے آتشیں اسلحہ سے لیس ہو کر لڑکی کے اغواء کا بدلہ لینے کیلئے اغواء کر کے قتل کرنے کی نیت سے گورنمنٹ سکول میں داخل ہو کر حملہ بول دیا۔ مزاحمت پر ٹیچر رخسانہ باقر کی دونوں ٹانگوں میں گولیاں ماردیں۔ فائرنگ سے محمد ظفر اور عارف بشیر فائرنگ کی زد میں آگئے جنھیں گولیاں لگیں فائرنگ سے محمد ظفر موقع پر ہی جاں بحق ہوگیا۔ 1122 نے شدید سنگین حالت میں ظفر علی اور مسماۃ رخسانہ ٹیچر کو آر ایچ سی اختر آباد پہنچایا۔ظفر علی ہسپتال پہنچنے سے قبل ہی راستے میں ہی دم توڑ گیا۔

(نامہ نگار)

احمدی ڈاکٹر کو گولی مار کر قتل

گجرات ضلع گجرات کے علاقے گوٹریالہ میں 75 سالہ احمدی ہومیو پیتھک ڈاکٹر رشید احمد کو گولی مار کر قتل کر دیا گیا۔ ابتدائی اطلاعات کے مطابق ڈاکٹر رشید کو اتوار کی شام 5 بجے کے قریب اس وقت گولیاں مار کر قتل کر دیا گیا جب وہ اپنے کلینک میں مریضوں کا معائنہ کر رہے تھے۔ ڈاکٹر رشید احمد کے مبینہ قاتل حافظ انعام کی لاش بھی جائے وقوعہ سے کچھ دور کھیتوں سے ملی جس نے پر اسرار طور پر ڈاکٹر رشید احمد کو قتل کرنے کے بعد خودکشی کر لی۔ حافظ انعام کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ وہ احمدیوں سے عداوت رکھتا تھا۔ اطلاعات ہیں کہ مقامی پولیس نے قاتل کے ایک ساتھی کو گرفتار کر لیا ہے۔ ڈاکٹر رشید احمد صاحب ایک شریف النفس شہری تھے ان کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ وہ ناروے کی شہریت بھی رکھتے تھے۔ ان کے اہل خانہ بیرون ملک مقیم ہیں۔ مقتول ڈاکٹر نے اہل علاقہ کی خدمت کے لئے اپنے گھر میں فری ہومیو ڈسپنسری کھول رکھی تھی۔ بے گناہ احمدیوں کی زندگیوں کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ احمدیوں کے خلاف جاری نفرت انگیز مہم کو فوری طور پر روکا جائے اور ذمہ داروں کو قانون کے کٹہرے میں لایا جائے۔ (جماعت احمدیہ، ربوہ)

خاتون کا قتل

نوشہروفیروز نوشہروفیروز مورو کے نواحی گاؤں ٹپال سولنگی میں خاتون اچانک جاں بحق، میری بیٹی کو شوہر نے مبینہ قتل کیا ہے۔ ماں مسمات رانی آرائیں، بھائی ذوالفقار آرائیں کا الزام۔ تفصیلات کے مطابق مورو کے نواحی گاؤں ٹپال سولنگی میں شادی شدہ خاتون فرزانہ آرائیں اچانک جاں بحق ہونے پر متوفی کی والدہ مسمات رانی آرائیں اور بیٹا ذوالفقار آرائیں نے میڈیا کے سامنے احتجاج کرتے ہوئے الزام عائد کرتے ہوئے بتایا کہ میری بیٹی فرزانہ آرائیں کو اس کے شوہر شاہد پھنور اور ساتھی ممتاز پھنور نے سخت تشدد کا نشانہ بنایا اور زخمی حالت میں ہمارے گھر کے باہر پھینک کر فرار ہو گئے مگر وہ زخمیوں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گئی جبکہ میری بیٹی کے بچے بھی ملزمان کے پاس ہیں، ہمارے ساتھ بہت ظلم ہوا ہے، ہمارا ملزمان کے خلاف مورو کی عدالت میں مقدمہ بھی چل رہا ہے، ہم آئی جی سندھ ڈی آئی جی سندھ شہید بے نظیر آباد اور ایس ایس پی نوشہروفیروز عبدالقیوم پتافی سے مطالبہ کیا ہے کہ میری بیٹی کے قاتلوں کو فوری طور پر گرفتار کر کے سخت سزا دی جائے تاکہ ہمارے ساتھ انصاف ہو سکے۔

(الطاف حسین قاسمی)

بلدیہ حیدرآباد کے اقلیتی ملازمین کا احتجاج

حیدرآباد بلدیہ اعلیٰ حیدرآباد لطیف آباد کے اقلیتی و کنٹریکٹ ملازمین نے مستقل اور تنخواہوں میں اضافہ نہ کیے جانے کیخلاف پریس کلب کے سامنے دھرنا دیا اور مطالبات کے حق میں نعرے لگائے۔ اس موقع پر عمران گل و دیگر کا کہنا تھا کہ بلدیہ اعلیٰ لطیف آباد کے اقلیتی کنٹریکٹ ملازمین کے ساتھ کئی سال سے ناانصافی کا سلسلہ جاری ہے، سال 2007 سے کنٹریکٹ مسیحی ملازمین کو مستقل نہیں کیا جا رہا جبکہ حکومت سندھ نے مزدوروں کی ماہانہ تنخواہ 25 ہزار روپے مقرر کی ہے لیکن افسوس ہے کہ بلدیہ کے اقلیتی ملازمین کو صرف 19 ہزار روپے ماہانہ تنخواہ ادا کی جا رہی ہے اور وہ بھی وقت پر نہیں دی جاتی جس کی وجہ سے مہنگائی کے دور میں قلیل تنخواہ پر گھر کا گزر بسر مشکل ہو گیا ہے۔ ملازمین نے الزام عائد کرتے ہوئے بتایا کہ سال 2007 سے اب تک بے شمار ملازمین کو مستقل نہیں کیا گیا جب کنٹریکٹ ملازمین کو مستقل کرنے کیلئے کہا جاتا ہے تو بلدیہ افسران مالی مشکلات کا جواز بنا کر مستقل کرنے میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں، انہوں نے ایڈمنسٹریٹر بلدیہ حیدرآباد اور میونسپل کمشنر بلدیہ سے اپیل کی ہے کہ اقلیتی کنٹریکٹ ملازمین کو مستقل کیا جائے۔ (بوٹا امتیاز)

خاتون کے ریپ کا مجرم گرفتار

سجاول میرپور بٹھورو کی کریب پولیس اسٹیشن جاتی چوک کے قریب گاؤں لال بخش زور رہائشی ذہنی مریض پٹانی لڑکی کو مسلسل 5 ماہ تک اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنانے کے جوابدار مرچو شیخ کو ڈی ایس پی میرپور بٹھورو اور ایس ایچ او میرپور بٹھورو نے گرفتار کر لیا۔ جب کہ جوبدار مرچو نوجوان لڑکی کو نشہ آور گولیاں کھلا کر 5 ماہ تک جنسی زیادتی کا نشانہ بناتا تھا جس وجا سے ذہنی مریض لڑکی حاملہ ہو گئی ہے۔ دوسری جانب متاثرہ خاتون اور اس کی والدہ نے جاتی چوک تھانے پہنچ کر پولیس کو واقعے کی اطلاع دی جس پر ایس ایس پی سجاول سی دامداد شانے فوری طور پر نوٹس لیتے جوابدار کے خلاف میرپور بٹھورو پولیس اسٹیشن پر فریادی کے مدت مین ایف آئی اے داخل کی گئی، جس پر ڈی ایس پی میرپور بٹھورو غلام رسول سی ال ایس ایچ او بشی راحمد جانو ایس ایچ او جاتی چوک منیر احمد ڈاوچ نے جنسی زیادتی کے جوبدار مرچو کو فوری طور گرفتار کر لیا جب کہ جنسی زیادتی کا نشانہ بننے والے لڑکی کو لیٹر دے کر سول ہسپتال سجاول بھیج دیا گیا ہے جب کہ گرفتار جوابدار سے مزید تفتیش کی جا رہی ہے۔

(چیتن لال)

تنخواہوں کی عدم ادائیگی

نوشکی پی پی ایچ آئی رول ہیلتھ سینٹرز میں فرائض سرانجام دینے والے اسٹاف کو گزشتہ 9 ماہ سے تنخواہوں کی عدم ادائیگی کی وجہ سے انتہائی مشکلات اور معاشی مصائب سے دوچار کر دیا ہے پی پی ایچ آئی کے اہلکار دور دراز علاقوں میں انتہائی نامساعد حالات کے باوجود صحت کے بنیادی سہولیات کے فراہمی کے لیے کوشاں ہیں اس مہنگائی کے دور میں ملازمین کو 9 ماہ تک تنخواہوں کی عدم انکے معاشی قتل کے مترادف ہیں ملازمین کے مشکلات اور مصائب کو مدنظر رکھتے ہوئے پی پی ایچ آئی ملازمین کے تنخواہوں کی ادائیگی فوری طور پر عمل میں لاتے ہوئے ماہانہ تنخواہ کی ادائیگی عمل میں لا کر ملازمین کو مشکلات اور ذہنی کوفت سے نجات دلائی جائے کیونکہ طویل عرصے تک تنخواہوں کی عدم ادائیگی کی وجہ سے ملازمین اپنے فرائض منصبی بہتر انداز سرانجام نہیں دے سکتے ہیں جسکی وجہ سے دیہی علاقوں میں عوام کو صحت کی سہولیات کی فراہمی متاثر ہونے سے انھیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ (محمد سعید بلوچ)

گٹر کا گندہ پانی چھوڑ دیا

سانگھڑ سانگھڑ میونسپل کمیٹی کے عملے نے جنرل پوسٹ افس سانگھڑ کی دیوار توڑ کر گٹر کا گندہ پانی چھوڑ دیا۔ تعفن سے صارفین پریشان اس سلسلے میں پوسٹ افس کے ملازمین نے میڈیا کو بتایا کہ مونسپل کمیٹی کے عملے نے بلدیہ ایڈمنسٹر لال خان خاصخیلی، مختیارکار حبیب الرحمٰن کھوسو، ایس ایچ او زاھد کمبوہ پولیس کی مبینہ ھدایت پر بلدیہ کے عملے خاکروب نے وفاقی ادارے جنرل پوسٹ آفس سانگھڑ جی پی او کی غیر قانونی چار دیواری توڑ کر زبردستی شہر کے ڈرینیج گٹر کا بدبودار پانی پوسٹ آفیس میں چھوڑ دیا۔ اعتراض کرنے پر پوسٹ افس یونین کے صدر کو گرفتار کر لیا ملازمین کے احتجاج پر آزاد کیا ملازمین نے بتایا کہ ڈرینج کے پانی سے جی پی او کی بلڈنگ اور چار دیواری خستہ حال ہو کر گرنا شروع ہو گئیں گٹر کے بدبودار پانی سے گندگی، مچھروں، کے ساتھ مختلف بیماریاں پھیلنے لگیں پوسٹ افس میں انے والے آرمی پنشنز اور دیگر صارفین کو بدبوء سے پریشان ملازمین کو بھی گٹر کے بدبودار ماحول میں کام کرتے سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے پوسٹل ملازمین اور عوام اعلیٰ حکام کو اس کا فوری نوٹس لینے کا مطالبہ کر دیا گیا۔ (نامہ نگار)

عورتوں پر تشدد کی اطلاع سے متعلق انسانی حقوق کے نظام میں طریقہ کار کے موضوع پر اجلاس

نواب شاہ عورتوں پر تشدد کی اطلاع سے متعلق انسانی حقوق کے نظام میں طریقہ کار کے عنوان کے تحت نواب شاہ پریس کلب میں ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان حیدرآباد ریجن کے زیر اہتمام ایک موبیلائزیشن میٹنگ کا انعقاد ہوا جس میں سول سوسائٹی کے نمائندوں نے شرکت کی۔تعارفی نشست سے گفتگو کرتے ہوئے HRCP نواب شاہ کے رابطہ کار آصف البشر نے موضوع کے اعتبار سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ انسانی حقوق کے تحریکی سرگرمیوں میں ہر اس شخص کا اہم کردار قابل ستائش ہوتا ہے جسے انسانیت سے پیار ہے انسانی وقار کا احترام اور اس کی سوچ کو فروغ دینا بھی انسانی حقوق کی کاوشوں کو بڑھانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔اور ساتھ ہی معلومات تک رسائی اور ذرائع استعمال کرنے کے ٹولز بھی اہم ترین ثابت ہوسکتے ہیں۔موبلائزیشن میٹنگ سے گفتگو کرتے ہوئے غفرانہ آرائیں کوآرڈینیٹر ایچ آر سی پی، آفس ریجن حیدرآباد عورتوں کے خلاف تشدد کی روک تھام کیلیے سول سوسائٹی کے کردار کو موثر طریقے سے اجام دینے کے لیے متحرک پیش قدمی کیساتھ ساتھ قوانین اور انسانی حقوق کے طریقہ کار سے واقفیت ضروری ہے۔تشدد سے متعلق اقسام کو سمجھنا اس لیے بھی بہتر ہوگا کہ ہر قسم کے تشدد کی ممانعت کیلیے متفرق قوانین اور ان کی شقوں کا سہارا لینا ہوتا ہے تو گویا ایک انسانی حقق کے رضا کار کیلیے ان اقسام کو مدنظر رکھ اس تشدد کیخلاف پیش قدمی کرنے میں آسانی ہوگی۔جب ہم عورتوں پر تشدد کیا قسام کو سمجھ سکیں گے تب ہی ان کے قوانین اور اس پر عملدرآمد کیلیے انسانی حقوق کے نظام میں طریقہ کار کو بھی بآسانی سمجھ سکیں گے کیونکہ ہر قانون اور اصول کو اپنانے کیلیے اس میں عملی طریقہ بھی واضح ہوتا ہے۔

مسلم فاروق ڈپٹی ڈائریکٹر چائلڈ پروٹیکشن اتھارٹی شہید بے نظیر آباد

معاشرتی سطح تشدد کا طریقہ کار بچگان سے شروع ہوتا ہے وہ ان کے بڑے ہونے تک کم ہونے کی بجائے مزید بڑھتا ہے بالخصوص بچیوں اور کم عمر لڑکیوں کیخلاف تشددانہ رویہ ان کی بڑھتی ہوئی صلاحیتوں پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔اور جیسے جیسے استحصالی رویوں سے بچے یا بچی گزرتے ہیں ان کی جسمانی و ذہنی صلاحیتیں اعصابی تبدیلیوں سے متصادم ہوتی ہیں جس کے نتیجے میں وہ سماج میں اپنی بہتر جگہ کی تلاش میں اسی طرح کے رویوں کو اپناتا ہے جن کا وہ شکار ہوا ہے جس کا نتیجہ یہ ملتا ہے کہ تشدد کے رجحانات اعصابی رویوں پر زیادہ اثرانداز ہوتے ہیں۔

محمد اکرم خاصخیلی صدر ہاری ویلفیئر ایسوسی ایشن

ہم نے جاگیردارانہ اور مقتدرانہ سماجی رویوں میں صدیوں سے ایک پرتشدد معاشرہ پنپتے دیکھا ہے حاکم ومحکوم کے تصور نے ہماری سوساءٹی پر گہرے نقوش چھوڑے جو آج بھی ہم پر اثرانداز ہیں۔معاشرتی رویوں کا سب سے زیادہ ان دیہی خواتین پر پڑتا ہے جو مرد کے شانہ بشانہ تو مشقت وجبری رویوں کا سامنا کرتی ہے مگر انہیں ان کی مشقتانہ خدمات میں بطور صلہ تشدد کی سوچ والے رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔عورتوں پر تشدد کی جن اقسام کی تشریح کی گئی ہے ان میں واضح طور پر اس قسم کے تشدد کی روک تھام کیلیے پیش رفت کرنے کیلیے انسانی حقوق کی بنیاد پر ایک واضح طریقہ بھی موجود ہے جو قانون کے تمام تقاضوں کو بھی پورا کرتا ہے۔

فرحانہ ارم ایڈوکیٹ لاء آفیسر ڈائریکٹریٹ آف وویمن ڈویلپمنٹ شہید بینظیر آباد

عورتوں پر تشدد کے بڑھتے ہوئے رجحانات سے صنفی مساوات کا احترام آج بھی اس طرح سے مضبوط نہیں ہوسکا ہے۔مجرمانہ سوچ کے عادی معاشرے میں جب بھی کسی قسم کی سازش کو پروان چڑھانا ہوتا ہے تو ہمارے معاشرے میں عورت کے انسانی حقوق کی تلفیوں کو سہارا لیتے ہیں گھریلو تشدد کے واقعات میں زیادہ تر ایسے کیسز سامنے آئے ہیں جن میں عورت کو اسی کے حق سے محروم رکھنے کے لیے اسی کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

(آصف البشر)

قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ

شہدادکوٹ قمبر شہدادکوٹ ضلعے کے تحصیل شہدادکوٹ میں پراسرار طور پر قتل ہونیوالے غلام عباس عرف باشن مستوئی کے قاتلوں کی گرفتاری کیلیے مستوئی برادری کا احتجاجی مظاہرہ ,روڈ بلاک ,ٹریفک معطل ,اے سیکشن پولیس کے خلاف قانونی کاروائی کا مطالبہ۔مستوئی برادری نے ضلعے کی سیاسی ,سماجی تنظیوں کے ساتھ مل کے احتجاجی مظاہرہ کرکے دھرنا دیا۔الطاف احمد مستوئی ,حبدار میرجت ,ایس یو پی کے حاکم مستوئی ,ایڈووکیٹ ارشاد مستوئی ,اللہ داد خشک ,مستوئی برادری کے سرفراز مستوئی، بیٹے ارشاد علی مستوئی ,پی پی شہید بھٹو کے منیر بروہی ,سوشل ورکر منور منگی ,کاؤنسلر امتیاز مستوئی اور مقتول کی عورتوں نے صحافیوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا کے ایک مہینا گذر جانے کے باوجود اے سیکشن پولیس نے مقتول غلام عباس عرف باشن مستوئی کے قاتلوں کو گرفتار کرنے ناکام ہوگئی ہے ,انہوں نے ایس ایچ او اے سیکشن پولیس کے خلاف قانونی کاروائی کا مطالبہ کیا اور قاتلوں کی تک دھرنا جاری رکھنے کا اعلان کیا ہے۔

(ندیم جاوید منگی)

قبائلی تنازعہ نے ایک اور جان لے لی

نوشکی 3 فروری کو نوشکی کلی جمالدینی سے تعلق رکھنے والے نوجوان عبدالباقی جمالدینی اور محمد گل جمالدینی جناح روڈ لنک صاحب زادہ اسٹاپ ہوٹل کے سامنے اپنی گاڑی میں بیٹھے تھے کہ موٹر سائیکل پر سوار دو افراد نے قریب سے کلاشنکوف سے فائرنگ کی جس کے نتیجے میں عبدالباقی جمالدینی موقع پر جان بحق اور محمد گل جمالدینی شدید زخمی ہوگیا زخمی کو طبی امداد کے بعد کوئیٹہ ریفر کردیا گیا اس واردات کے ردعمل میں کلی جمالدینی میں دو فریقین کے مابین بھوی اسحلہ سے ایک گھنٹے تک فائرنگ سے کلی میں خوف ہراس پھیل گیا لوگ گھروں میں محصور ہوگئے یہ سلسلہ گزشتہ تین سالوں سے چل رہا ہے جس دونوں فریقین کے قیمتی جانوں کا اور کئی نوجوان زخمی ہوگئے ہیں کلی جمال دینی میں وقتاً فوقتاً فائرنگ سے کلی جمالدینی کے باشندوں اور بلخصوص خواتین کو انتہائی مشکلات اور ذہنی کوفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلوچستان کے قبائلی عمائدین اس خونی کھیل کے خاتمے کے لیے قبائلی جرگہ منعقد کرکے مسئلہ حل کرانے کے لیے کردار ادا کریں بصورت دیگر اس قبائلی تنازعہ کے آگ کے شعلوں میں دیگر قیمتی جانوں کے ضیاع کو روکنا مشکل ہوگا بلوچ قوم کسی طرح بھی مزید قبائلی تنازعات کا متحمل نہیں ہوسکتا انسانی حقوق کی تنظیمیں بھی متحرک ہوں۔

(محمد سعید بلوچ)

سیلاب متاثرین ابھی تک امداد کے منتظر

نوشکی گزشتہ سال 28 جولائی کو نوشکی میں طوفانی بارشوں اور سیلابی ریلوں سے نوشکی ڈسٹرکٹ کا انفراسٹرکچر بری طرح متاثر ہوا 4800 مکانات متاثر ہوئے اور بڑی تعداد میں متاثرین کا گھریلو سامان بھی سیلابی ریلے کی نزر ہوگیا 1200 ایکٹر رقبے پر زرعی فصلیں اور باغات تباہ برباد ہوگئی۔ زرعی بندات، ٹیوب ویلوں کے شمسی پلیٹیں سیلابی ریلوں کی نزر ہوگئے۔صوبائی حکومت نے نوشکی ڈسٹرکٹ کو آفت زدہ قرار دیا لیکن اس کے باوجود بھی ہنوز نوشکی کے متاثرین کو کوئی ریلیف نہیں دیا گیا ہے ضلعی انتظامیہ کے جانب سے مکانات اور زرعی نقصانات کا سروے کیا گیا اور حکومت نے ایک کمرے کے نقصان والوں کو دولاکھ اور مکان کے نقصان والوں کے لیے پانچ لاکھ ریلیف دینے کا اعلان کیا اور اسی طرح زرعی نقصانات کے ازالے کی یقین دہانی کرائی گئی لیکن 9 ماہ کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی ہنوز متاثرین ریلیف کے منتظر ہیں۔ سیلاب سے متاثرین کے بحالی کے لیے ترجیحی بنیادوں پر ریلیف کی فراہمی وعدے کے مطابق عمل میں لائی جائے۔

(محمد سعید بلوچ)

ماورائے عدالت قتل کا الزام

خیبر ضلع خیبر تحصیل باڑہ قبیلہ اکاخیل معروف خیل سے تعلق رکھنے والا مینا خان نے باڑہ پریس کلب میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا کہ گزشتہ روز میرے بھائی اختر جان کو پولیس نے جعلی مقابلے میں قتل کر دیا ہے۔اس موقع پر ان کے ہمراہ حضر آباد، حاجی نواب اور حاجی پیر جان بھی موجود تھے۔انہوں نے الزام عائد کرتے ہوئے کہا کہ پولیس اہلکار مغرب آفریدی نے میرے بھائی کو اپنے گاڑی میں ڈال کر اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے وہاں پر میرے بھائی کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا جبکہ بعد میں پولیس مقابلے کا رنگ دیے کر ہمیں بدنام کر دیا اور دہشت گردی کے منگھڑت ایف آئی آر درج کر دی۔انہوں کہا کہ میرا بھائی دہشتگرد نہیں تھا۔آئی جی پولیس، وزیر اعلی و گورنر خیبر پختونخوا اور چیف جسٹس پشاور سمیت تمام حکام بالا اس واقع کا نوٹس لے اور ہمیں انصاف فراہم کریں۔

(مسعود شاہ)

معذوری سے متاثر بچے کی گرفتاری کا الزام

جمرود جمرود پریس کلب میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے جمرود سم غاخی کے رہائشی معلوم خان کا کہنا تھا کہ صبح ایف سی اہلکاروں نے انکے گھر پر اطلاع دئے بغیر چھاپہ مارتے ہوئے ان کے معذور بیٹے فرمان کو گرفتار کر کے ساتھ لیکر گئے جو کہ بے گناہ ہے اور شاہ کس میں سکول ٹیچر ہے۔معلوم خان نے کہا کہ اگر وہ یا ان کے بیٹے حکومت کو مطلوب ہے تو انکے گھر پر چھاپہ مارنے کی بجائے انکو کہا جاتا تو وہ خود حاضر ہو جاتے کیونکہ ہم محب وطن پاکستانی ہے اور ہمیں اپنے ملک سے محبت ہے کیونکہ میں خود سرکاری ڈیوٹی کر چکا ہوں اور میرا ایک بیٹا دہشت گردی کا شکار ہو کر شہید ہوا، دوسرا سرکاری نوکری کرتا ہے، تیسرا دہاڑی کرتا ہے جبکہ جس کو ایف سی والے گرفتار کر چکے ہیں وہ سکول میں ٹیچنگ کرتے ہیں اور معذور بھی ہے۔معلوم خان نے کہا ایف سی والوں نے میرے جس بیٹے کو گرفتار کیا ہے وہ معذور ہیں اور بیمار بھی ہے لہذا انکو فوری رہا کیا جائے۔

(منظور آفریدی)

شعبہ حادثات کی بندش سے شہریوں کو مشکلات کے سامنا

چمن ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ضلع چمن کے ایم ایس کے پرانا ہسپتال میں ایم ایس ایف کی جانب سے صحت کے شعبہ میں دیئے گئے سہولت کو واپس لینے اور ہسپتال کے ایمرجنسی کو بند کرنا افسوسناک ہے۔پشتونخوا ملی عوامی پارٹی کے ضلع سیکرٹری صحبت خان اچکزئی، سینئر معاون سیکرٹری کریم خان ناظم نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ڈسٹرکٹ کوآرڈینیٹر کو بتایا کہ ایم ایس ایف کی جانب سے سول ہسپتال میں صحت کے حوالے سے مختلف شعبوں ایمرجنسی، گائنی وارڈ و دیگر میں عوام کو سہولیات دینے کیلئے اقدامات کیئے گئے تھے، ہسپتال کو لاکھوں روپے کی جدید مشینری کی فراہمی سے مریضوں کا استفادہ حاصل تھا لیکن موجودہ ایم ایس نے ایم ایس ایف کے پروگرام اور فنڈز کو بند کر کے عوام کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔موجودہ ایم ایس نے سول ہسپتال کو ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں، انہیں چاہیے تھا کہ وہ پرانا ہسپتال کو مکمل طور پر فعال رکھتے اور ان میں صحت کی شعبوں کو مزید جدید مشینری فراہم کرتے لیکن انہوں نے اس کے برعکس اقدامات کرتے ہوئے چمن شہر کے اندر موجودہ سول ہسپتال میں ایمرجنسی اور دیگر شعبوں کو بھی بند کر دیا ہے جس کی وجہ سے عوام کو صحت کی سہولتوں سے یکسر محروم کر دیا گیا ہے۔انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ محکمہ صحت کے اعلیٰ حکام سول ہسپتال چمن میں ٹراما سینٹر بنائے، نئے ہسپتال کے ساتھ ساتھ پرانے ہسپتال کے بند ایمرجنسی و دیگر شعبوں کو طور پر فعال کیا جائے، علاج و معالجے کے حوالے سے چمن کے عوام کو درپیش مشکلات حل کیئے جائے۔بصورت دیگر پشتونخوا ملی عوامی پارٹی ایم ایس کے عوام دشمن اقدامات کیخلاف احتجاج پر مجبور ہوگی۔

(محمد صدیق)

پلاٹ کے معاملے پر عورتوں پر تشدد

عمرکوٹ عمرکوٹ کے علاقے ڈھورو نارو کے قریب گوٹھ کھنبار میں نوہڑی برادری کے دو فریقین میں ایک پلاٹ کے معاملے پر 10 فروری کو جھگڑا ہوا۔اس دوران کچھ لوگوں نے ایک عورت نجمہ کو مار پیٹ کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں اس کے کپڑے پھٹ گئے اور وہ زخمی بھی ہوئی۔زخمی عورت کو علاج معالجے کے لیے ہسپتال منتقل کیا گیا۔ملزموں نے مار پیٹ والے واقعے کی ویڈیو بھی بنائی جو انہوں نے بعد میں سوشل میڈیا پر وائرل کردی۔پولیس نے واقعے کا نوٹس لے کر ملزموں کو گرفتار کرلیا تھا۔اور مقدمے کا اندراج کر کے تفتیش شروع کر دی تھی۔

(اوکھو منروپ)

انسانی حقوق کے عالمی دن

جنوری
27 جنوری ہولوکاسٹ کے متاثرین کی یاد میں دعائیہ تقریب کا عالمی دن

فروری
4 فروری کینسر کا عالمی دن
6 فروری خواتین کے تولیدی اعضاء کو کاٹنے کی ممانعت کا عالمی دن
13 فروری ریڈیو کا عالمی دن (یونیسکو)
20 فروری سماجی انصاف کا عالمی دن
21 فروری مادری زبان کا عالمی دن (یونیسکو)

مارچ
یکم مارچ امتیاز کے خاتمے کا دن (یو این ایڈز)
3 مارچ جنگلی حیات کا عالمی دن
8 مارچ خواتین کا عالمی دن
15 مارچ اسلاموفوبیا کے خلاف قرارداد
15 مارچ صارفین کے حقوق کا عالمی دن
20 مارچ خوشی کا عالمی دن
21 مارچ نسلی امتیاز کے خاتمے کا عالمی دن
21 مارچ شاعری کا عالمی دن (یونیسکو)
21 مارچ نوروز کا عالمی دن
21 مارچ پیدائشی ذہنی معذوری کا عالمی دن
21 مارچ جنگلات اور درخت کا عالمی دن
22 مارچ پانی کا عالمی دن
23 مارچ موسمیات کا عالمی دن (ڈبلیو ایم او)
24 مارچ تپ دق کا عالمی دن
24 مارچ انسانی حقوق کی کھلی خلاف ورزیوں سے متعلق حقائق کو جاننے کے حق اور متاثرین کی عزت نفس کا عالمی دن
25 مارچ غلامی اور غلاموں کی سمندر پار تجارت کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
25 مارچ عملے کے زیر حراست اور لاپتہ اراکین سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن

اپریل
2 اپریل خودفکری سے آگاہی کا عالمی دن
4 اپریل کانوں سے متعلق آگاہی اور کانوں سے متعلقہ کارروائیوں میں معاونت کا عالمی دن
6 اپریل ترقی اور امن کے لیے کھیل کا عالمی دن
7 اپریل روانڈا کے قتل عام کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
7 اپریل صحت کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
12 اپریل خلا میں انسانی پرواز کا عالمی دن
22 اپریل مادر ارض کا عالمی دن
23 اپریل کتاب اور حق اشاعت کا عالمی دن
23 اپریل انگریزی زبان کا عالمی دن
25 اپریل ملیریا کا عالمی دن۔(ڈبلیو ایچ او)
26 اپریل ایجاد کے حقوق کا عالمی دن (وپیو)
28 اپریل دوران ملازمت سلامتی اور صحت کا عالمی دن
29 اپریل کیمیائی جنگ کے تمام متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
30 اپریل جاز (موسیقی) کا عالمی دن

مئی
3 مئی آزادی صحافت کا عالمی دن
8-9 مئی دوسری جنگ عظیم میں جاں بحق ہونے والے افراد کو یاد کرنے اور ان سے یکجہتی کا دن
10-11 مئی نقل مکانی کرنے والے پرندوں کا عالمی دن (یو این ای پی)
13 مئی ''ویساک'' پورے چاند کا عالمی دن
15 مئی کنبوں کا عالمی دن
17 مئی ٹیلی مواصلات اور معلوماتی اداروں کا عالمی دن (آئی ٹی یو)
21 مئی بحث مباحث اور ترقی کے لیے ثقافتی تنوع کا عالمی دن
22 مئی حیاتیاتی تنوع کا عالمی دن
23 مئی زچگی کے دوران پیدا ہونے والے گھاؤ کے خاتمے کا عالمی دن
29 مئی اقوام متحدہ کے امن فوجی دستوں کا عالمی دن
31 مئی تمباکو نوشی کی ممانعت کا عالمی دن

جون
یکم جون والدین کا عالمی دن
4 جون جارحیت سے متاثرہ معصوم بچوں کا عالمی دن
5 جون ماحول کا عالمی دن (یو این ای پی)
8 جون سمندروں کا عالمی دن
12 جون چائلڈ لیبر کے خلاف عالمی دن
14 جون خون کا عطیہ دینے والوں کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
15 جون بزرگوں سے ناروا سلوک سے آگاہی کا عالمی دن
17 جون زمین کے صحرا برد ہونے اور خشک سالی پر قابو پانے کا عالمی دن
20 جون مہاجرین کا عالمی دن
23 جون اقوام متحدہ کا خدمات عامہ کا دن
23 جون بیواؤں کا عالمی دن
25 جون ملاحوں کا عالمی دن (آئی ایم او)
26 جون ادویات کے غلط استعمال اور غیر قانونی نقل و حمل کے خلاف عالمی دن
26 جون تشدد کے متاثرین کی حمایت میں اقوام متحدہ کا عالمی دن

جولائی
5 جولائی تعاون کنندگان کا عالمی دن (جولائی کا پہلا ہفتہ)
11 جولائی آبادی کا عالمی دن
18 جولائی نیلسن منڈیلا کا عالمی دن
28 جولائی ہیپاٹائٹس کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
30 جولائی دوستی کا عالمی دن
30 جولائی انسانی سمگلنگ کے خلاف عالمی دن

اگست
9 اگست دنیا بھر کے مقامی افراد کا عالمی دن
12 اگست نوجوانوں کا عالمی دن
19 اگست انسانیت پسندی کا عالمی دن
23 اگست غلاموں کی تجارت کی یاد آوری اور اس کے خاتمے کا عالمی دن (یونیسکو)
29 اگست جوہری تجربات کے خلاف عالمی دن
30 اگست جبری گمشدگیوں کے متاثرین کا عالمی دن

ستمبر
5 ستمبر خیرات کا عالمی دن
8 ستمبر خواندگی کا عالمی دن (یونیسکو)
12 ستمبر اقوام متحدہ کا جنوب۔جنوب اشتراک کا دن
15 ستمبر جمہوریت کا عالمی دن
16 ستمبر اوزون کی تہہ کے تحفظ کا عالمی دن
21 ستمبر امن کا عالمی دن
25 ستمبر ساحلی علاقوں کا عالمی دن (ستمبر کا آخری ہفتہ)
26 ستمبر جوہری ہتھیاروں کے مکمل خاتمے کا عالمی دن
27 ستمبر سیاحت کا عالمی دن (یو این ڈبلیو ٹی او)

اکتوبر
یکم اکتوبر معمر افراد کا عالمی دن
2 اکتوبر عدم تشدد کا عالمی دن
5 اکتوبر اساتذہ کا عالمی دن (یونیسکو)
6 اکتوبر جائے پیدائش کا عالمی دن (اکتوبر کا پہلا سوموار)
9 اکتوبر ڈاک کا عالمی دن
11 اکتوبر بچیوں کا عالمی دن
13 اکتوبر آفات میں کمی کا عالمی دن
15 اکتوبر دیہی خواتین کا عالمی دن
16 اکتوبر خوراک کا عالمی دن (ایف اے او)
17 اکتوبر غربت کے خاتمے کا عالمی دن
24 اکتوبر اقوام متحدہ کا دن
24 اکتوبر ترقی سے متعلق معلومات کا عالمی دن
27 اکتوبر سماعتی و بصری ورثے کا عالمی دن (یونیسکو)

نومبر
2 نومبر صحافیوں کے خلاف جرائم کے حوالے سے سزا سے استثنیٰ کے خاتمے کا عالمی دن
6 نومبر جنگ اور مسلح تنازعات کے دوران ماحول کو نقصان پہنچانے کی ممانعت کا عالمی دن
10 نومبر امن اور ترقی کے لیے سائنس کا عالمی دن
14 نومبر ذیابیطس کا عالمی دن
16 نومبر رواداری کا عالمی دن
16 نومبر ٹریفک حادثات کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن (نومبر کا تیسرا اتوار)
19 نومبر بیت الخلاء کا عالمی دن
20 نومبر بچوں کا عالمی دن
20 نومبر فلسفے کا عالمی دن (نومبر کی تیسری جمعرات)
21 نومبر ٹیلی ویژن کا عالمی دن
22 نومبر صنعت کاری کا عالمی دن
25 نومبر خواتین کے خلاف تشدد کے خاتمے کا عالمی دن
29 نومبر فلسطینی عوام سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن

دسمبر
یکم دسمبر ایڈز کا عالمی دن
2 دسمبر غلامی کے خاتمے کا عالمی دن
3 دسمبر معذور افراد کا عالمی دن
5 دسمبر معاشی اور سماجی ترقی کے لیے رضاکاروں کا عالمی دن
5 دسمبر زرعی زمین کا عالمی دن
7 دسمبر شہری ہوابازی کا عالمی دن
9 دسمبر بدعنوانی کے انسداد کا عالمی دن
10 دسمبر انسانی حقوق کا عالمی دن
11 دسمبر پہاڑوں کا عالمی دن
18 دسمبر تارکین وطن کا عالمی دن
20 دسمبر انسانی یکجہتی کا عالمی دن

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1
تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

دفعہ - 2
ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔
اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقتدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔

دفعہ - 3
ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 4
کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جاسکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔

دفعہ - 5
کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ - 6
ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔

دفعہ - 7
قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔

دفعہ - 8
ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، بااختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔

دفعہ - 9
کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلا وطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 10
ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق وفرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔

دفعہ - 11
(1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جاسکی ہوں۔
(2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔

دفعہ - 12
کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط وکتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 13
(1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل وحرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔
(2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آجانے کا بھی حق ہے۔

دفعہ - 14
(1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔
(2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جاسکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔

دفعہ - 15
(1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔
(2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔

دفعہ - 16
(1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔
(2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔
(3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔

دفعہ - 17
(1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔
(2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 18
ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ - 19
ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔

دفعہ - 20
(1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔
(2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

دفعہ - 21
(۱) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔
(2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔
(3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

دفعہ - 22
معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشونما کے لیے لازم ہیں۔

دفعہ - 23
(1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب ومعقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔
(2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔
(3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب ومعقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جاسکے۔
(4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ - 24
ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔

دفعہ - 25
(1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت اور فلاح وبہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہء قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔
(2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ - 26
(1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔
(2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔
(3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

دفعہ - 27
(1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔
(2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں

دفعہ - 28
ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہوسکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔

دفعہ - 29
(1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔
(2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح وبہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔
(3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جاسکتیں۔

دفعہ - 30
اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جاسکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
''ایوان جمہور'' 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹائون، لاہور
فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

سرورق ڈیزائنر: زہرہ عامر
کمپوز : جمال احمد سید رضا شاہ